ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ
۲۳ اگست ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قيل: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يعدل الجهاد في سبيل الله؟ قال: «لا تستطيعونه» فأعادوا عليه مرتين أو ثلاثا كل ذلك يقول: «لا تستطيعونه» ثم قال: «مثل المجاهد في سبيل الله كمثل الصائم القائم القانت بآيات الله لا يفتر من صلاة ولا صيام حتى يرجع المجاهد في سبيل الله» متفق عليه وهذا لفظ مسلم. وفي رواية البخاري: أن رجلا قال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم دلني على عمل يعدل الجهاد؟ قال: «لا أجده» ثم قال: «هل تستطيع إذا خرج المجاهد أن تدخل مسجدك فتقوم ولا تفتر وتصوم ولا تفطر؟» قال: ومن يستطيع ذلك؟

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ (ثواب میں) کون سا عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ صحابہ نے پھر دو مرتبہ یا تین مرتبہ سوال کیا۔ آپ ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ کیا تم جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ بالآخر آپ نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال روزہ رکھنے والے، نماز پڑھنے والے اور آیات قرآنیہ کو خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت کرنے والے جیسی ہے۔ جب کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے لوٹنے تک نماز اور روزہ ادا کرتا رہے اور اس کو ترک نہ کرے (بخاری و مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا) اور یہ الفاظ مسلم کی حدیث کے ہیں۔ اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے کہ جو (ثواب میں) جہاد کے برابر ہو؟ حضور نے فرمایا کہ میں کوئی ایسا عمل نہیں پاتا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو ایسا کر سکتا ہے کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو اپنی مسجد میں چلا جائے اور نماز پڑھتا رہے چھوڑے نہیں اور روزہ رکھتا رہے اور افطار نہ کرے۔ اس نے عرض کیا کہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «من خير معاش الناس لهم رجل ممسك بعنان فرسه في سبيل الله يطير على متنه كلما سمع هيعة أو فزعة طار على متنه يبتغي القتل أو الموت مظانه أو رجل في غنيمة في رأس شعفة من هذه الشعف أو بطن واد من هذه الأودية يقيم الصلاة ويؤتي الزكاة ويعبد ربه حتى يأتيه اليقين ليس من الناس إلا في خير» رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیار رہتا ہے۔ جہاں کوئی خطرہ اور پریشانی کی بات سنتا ہے فوراً گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر ہوا کی طرح (میدان کی طرف) اڑ جاتا ہے۔ قتل یا موت کا موقع اس کے مقامات میں تلاش کرتا رہتا ہے اور دوسرے اس شخص کی زندگی جو پہاڑیوں کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا وادیوں میں سے کسی وادی میں چند بکریاں ساتھ لئے ہوئے سکونت کرتا ہے نماز پڑھتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں سے بھلائی کے علاوہ اس کو اور کوئی کام نہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله ما بين الدرجتين كما بين السماء والأرض» رواه البخاري.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کئے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ (بخاری)

عن أبي بكر بن أبي موسى الأشعري قال: سمعت أبي رضي الله عنه وهو بحضرة العدو يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن أبواب الجنة تحت ظلال السيوف» فقام رجل رث الهيئة فقال: يا أبا موسى أأنت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول هذا؟ قال: نعم، فرجع إلى أصحابه فقال: أقرأ عليكم السلام، ثم كسر جفن سيفه فألقاه، ثم مشى بسيفه إلى العدو فضرب به حتى قتل. رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ دشمن کی موجودگی میں فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں۔ ایک خستہ حال آدمی کھڑا ہوا اور دریافت کیا کہ اے ابو موسیٰ! کیا تم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا ہاں (یہ سن کر) وہ شخص اپنے ساتھیوں میں آیا اور کہا کہ میں تم کو (آخری) سلام کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار کے میان کو توڑ ڈالا اور پھر اس کو پھینک دیا۔ پھر تلوار لے کر دشمن کی طرف روانہ ہو گیا اور اس سے قتال کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا (سبحان اللہ اللھم ارزقنا حلاوۃ الایمان) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا يلج النار رجل بكى من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع، ولا يجتمع على عبد غبار في سبيل الله ودخان جهنم» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے خوف اور خشیت سے رویا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ دودھ نکال کر ایک مرتبہ دودھ تھن میں واپس چلا جائے اور خدا کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے یعنی جس پر غبار پڑا ہو وہ جہنم سے محفوظ ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴	۲۸ر جمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۳ر اگست ۱۹۶۸ء	شمارہ ۱۶

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک غیر مطبوعہ

مکتوب گرامی

مکرمی و محترمی صاحبزادہ ظہیر الحق صاحب دین پوری امام الاولیاء حضرت دین پوری قدس سرہ العزیز کے صاحبزادے اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں —— زیر نظر مکتوب گرامی امام الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ان کے نام ایک خط کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ اس میں انہوں نے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے درد بھرے انداز میں تذکرہ کیا ہے اور چونکہ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ر اگست ۱۹۴۴ء کو اپنے اللہ کو پیارے ہوئے تھے۔ اس لئے ۲۲ر اگست کی مناسبت سے حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس گرامی نامہ کو بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے۔ جب گرامی نامہ موصول ہوا تو پرچہ مکمل ہو کر پریس جا رہا تھا لیکن گرامی نامہ کی اہمیت اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی خواہش کے احترام میں اسے اداریہ کی جگہ نقل کیا جا رہا ہے (ادارہ)

دہلی
۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیز القدر مولوی ظہیر الحق دین پوری سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ نے آزادی پر مبارکباد کا پیغام بھیجا۔ شکریہ! خط پڑھتے ہی مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی اور اس طرح آئی کہ صدائے درد زبان تک پہنچی اور زبان نے نوکِ قلم کے حوالہ کیا۔ قصہ بہت طویل ہے اسے مختصر کیا جائے۔ تب بھی وقت سازگاری نہیں کرتا۔ ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے ایام تھے۔ ولی اللٰہی قافلہ کے امیر حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ نے انتہائی نامساعد حالات میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل بھیج دیا۔ ان کو وہاں مختلف ممالک کے سیاسی رہنماؤں سے مل کر کام کرنے کا موقع ملا۔ ان میں جرمن، فرانسیسی اور جاپانی سیاستدان چند ایک ایسے بھی تھے جو آج اپنے اپنے ملک میں برسرِ اقتدار ہیں اور عنانِ حکومت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لوگ اس وقت کے سیاسی رفیق یا مشیر ہیں کہ جب مولانا نے کابل میں حکومت مؤقتہ قائم کی خود اس کے وزیر ہند منتخب ہوئے۔ اور ریشمی خطوط کی تحریک چلا کر برٹش حکومت کو للکارا۔ اور میدانِ جنگ میں شکست دے کر اپنا مؤقف منوایا۔ برطانوی نمائندہ نے جنگ کے خاتمہ پر مصالحتی دستاویز پر دستخط کرتے ہوئے حکومت کابل کی خود مختاری کا اعلان کیا۔ ہندوستان کے مطالبۂ آزادی کو تسلیم کیا اور بتدریج ہند کو چھوڑ دینے کی وضاحت کر دی۔ اس کا انتقام برٹش حکومت نے امیر امان اللہ خاں سے تو لے لیا مگر مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ یہ مولانا کا ذاتی سیاسی اثر تھا۔ جس سے وہ مرعوب تھی۔

پچیس ۲۵ سال کی جلا وطنی کے بعد ۱۹۳۹ء میں جب یہاں پہنچے تو دوسری جنگ کا آغاز تھا۔ انہوں نے اپنی تحریک کانگریس میں پیش کرنے کے لئے میدان ہموار کیا۔ گاندھی جی تک نے اس تحریک کی مخالفت کی اس کے باوجود "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ ہاؤس نے مار دیا اور اس کی گونج بکنگھم پیلس سے ٹکرائی۔ یہ سب کچھ مولانا نے باہر بیٹھ کر کیا۔ کسی بھی بحث میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی کبھی کسی اجلاس میں شرکت کی۔ یہ فن صرف وہی جانتے تھے۔ ایک ملاقات میں چائے پر میں نے ان کے چہرہ سے کچھ ایسا تاثر قبول کیا کہ جس کی بنا پر ان سے پوچھ بیٹھا۔ فرمایا "کہ چاہتا ہوں سوبھاش اسی وقت باہر چلے جائیں۔ کچھ دیر خاموش ہو کر رخصت ہوئے اور اوکھلے اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ دوسرے دن اوکھلے سے دہلی کو ملانے والی آٹھ میل لمبی سڑک کے ایک ویران گوشہ میں سوبھاش سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ دوسری ملاقات ان کی بالی گنج کلکتہ میں ہوئی۔ اسی ہی ملاقات میں اسے جاپان جانے کے لئے رخصت کیا۔ حکومت جاپان کے نام وزیر ہند حکومت مؤقتہ کی حیثیت سے اسے ایک شناختی کارڈ دیا اور وہاں کے فوجی بورڈ کے سربراہ کے نام اپنا ذاتی پیغام۔ سوبھاش کے وہاں پہنچنے پر حکومت جاپان نے فوج میں ان پر اپنے اعتماد کا اعلان کیا۔ ادھر اعلان ہونا تھا کہ ادھر احمد نگر کے قلعہ سے کانگریس ہائی کمان کی رہائی بلا شرط منظور کر لی گئی۔ ورنہ حکومت کا یہ فیصلہ تھا کہ پورے قلعہ کو بمعہ سیاسی قیدیوں کے بم سے اڑا دیا جائے۔ ساتھ ہی ہند کی آزادی کا اعلان کر دیا اور ہم آزاد ہو گئے۔ کون جانتا ہے کہ کس کی قربانیاں ہیں؟ جاپانی حکومت نے حضرت مولانا پر اعتماد کیا۔ اس جرم کی سزا اسے ہیروشیما میں بھگتنی پڑی۔ حضرت مولانا کو ایسا زہر دیا کہ جس نے ان کی ہڈیوں سے کھال کھینچ لی۔ پھر ان کی دونوں آنکھیں نکال لیں اور ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو اس مقام میں پہنچے جو پہلے ہی دن سے اللہ تعالٰے نے ان کے لئے اپنے حضور میں مخصوص کر رکھا تھا۔

(باقی [illegible])

مجلسِ ذکر ۱۳ ر جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ مطابق ۸ راگست ۱۹۶۸ء

تزکیۂ نفس

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:۔
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝

(پ ۳۰ س الاعلیٰ آیت ۱۴)

ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہو گیا۔

امراضِ روحانی سے بچیئے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر اللہ کی یہ خاص مجلس جمعرات کے لئے قائم کی کہ ہفتہ بھر آپ لوگ دن کو آہستہ اور رات کو انفرادی طور پر ذرا بلند آواز سے ذکر کریں اور ہفتہ میں ایک روز اجتماعی شکل میں ذکر بالجہر کر لیا کریں تاکہ اللہ نے جس مقصد کے لئے ہمیں دنیا میں بھیجا وہ مقصد پورا ہو۔ ذکر سے علاج اور پرہیز یہ ہے کہ امراضِ روحانی کے پیدا ہونے کا جو وسیلہ اور ذریعہ ہے اس سے اجتناب کیا جائے مثلاً حسد، کبر، جاہ طلبی، زر پرستی۔ یہی امراض آج دنیا میں مظالم فسادات اور خدا تعالےٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ دیکھئے ہندوستان میں ہندو کس طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو چیونٹی پر ظلم ہو تو پاپ پاپ کہتے پھرتے ہیں اور گائے کو ذبح کرنا اُن کے نزدیک بڑا جرم ہے لیکن ادھر انسان کے خون کو بے دریغ بہانے پر ذرا شرم محسوس نہیں کرتے تو بھارت کے ان لاچار و بے بس مسلمانوں کا اس بھری دنیا میں کوئی پرسانِ حال نہیں اس دنیا میں اسلام کس قدر اللہ کی رحمت ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بھی زندہ ہیں ورنہ مسلمانوں کا جب اپنا دورِ اقتدار تھا، ان کا صفایا کرنا چاہتے تو ہندو کا ایک بچہ بھی نہ بچ سکتا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے جب تک خوفِ خدا نہ ہو مسلمان ہی نہیں اور خوفِ خدا فقط قرآن پیدا کرتا ہے۔ جس طرح ظاہری امراض کے لئے ڈاکٹر اور ہسپتال ہیں اسی طرح امراضِ روحانی کے ہسپتال اہل اللہ کی خانقاہیں، دینی درسگاہیں اور علومِ دینیہ کے مدارس ہیں۔

طریقت تحت الشریعت

ہمارے اکابر کی خصوصیت ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا، وہ اس انتہا سے بچے ہوتے ہیں جو فرقِ باطلہ میں ہے یا بعض فرقِ اسلامیہ میں ہے اور پھر اللہ نے ان کو شریعت اور طریقت دونوں پر جامع بنایا جیسا کہ حضراتِ دیوبند حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا سید انور شاہؒ ظاہر کے عالم، باطن کے بھی کامل — بقول حضرت امام مالکؒ طریقت مطابق الشریعت عین مقصود بالذات ہے دراصل صحیح وہی ہے جو مطابقِ شریعت ہو اور وہی ہمارے لئے قابلِ اعتناء ہے۔ اگر کوئی ایسا صوفی آپ کو نظر آئے جو کہے کہ طریقت اور معرفت شریعت سے جداگانہ کوئی چیز ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ خالص گمراہی ہے۔ پہلے دین کا ظاہری علم ہے اور پھر اس پر عمل کی بنیاد ہونی چاہئے۔ یعنی عالم باعمل ہی ہمارے نزدیک قابلِ قدر ہے اور یہ اولیائے کرام کی اور ہمارے اکابر کی خصوصیت رہی ہے۔ حضرتؒ نے ساری زندگی علمِ دین پڑھایا اور اللہ اللہ کیا، اللہ اللہ کرایا اور ذکر کے وقت بالخصوص امراضِ روحانی کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے۔

حسد بہت بُرا مرض ہے

حضرتؒ اکثر حسد کے متعلق حدیث پڑھا کرتے تھے کہ حسد اسی طرح نیکیوں کو کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حضرتؒ نے اس حدیث کو اس کثرت سے بیان فرمایا کہ خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ کہتے ہوں گے کہ ایک ہی بات ہمیشہ دہراتے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے جب تک پچھلا سبق نہ پکا ہو میں آگے کیسے سبق دوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں اسی طرح حسد ہے، کبر ہے، اسی طرح جاہ طلبی، زر پرستی ہے۔ فرمایا کرتے تھے علماء کا بھی یہ حال ہے کہ پورا علمِ دین پڑھ جاتے ہیں لیکن امراضِ روحانی سے شفایاب نہیں ہوتے۔ حسد، کبر، جاہ طلبی وغیرہ ان میں سے نہیں بھی نہیں جاتی۔ اسی لئے حضرت فرماتے تھے چاہے انگریزی دان ہوں چاہے علماءِ دین، جب تک اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اپنی اَنَا ختم نہ کریں، ان کو مکمل شفا نہیں ہو سکتی۔ "میں" کو ختم کرنا ہو تو مدتِ مدید تک اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے۔

مَیں ہی مَیں۔

مولانا لال حسین اخترؔ مدظلہ العالی نے ...

ایک دفعہ حضرتؒ کو مودودی صاحب کی ایک کتاب کا ایک صفحہ پڑھ کے سنایا اور انہوں نے "مَیں" جمع کر کے بتایا کہ اس ایک صفحے میں بیسیوں دفعہ "مَیں" ہے "میں ایسا ہوں، مَیں یہ کر دوں گا، میں نے یہ کر دیا، مجھے یہ کہا گیا ......" مَیں، مَیں —— حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی اللہ والے کی کتاب اٹھایئے تو اس میں انکساری اور تواضع کے کلمات ملیں گے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ آپؒ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے "ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا، ان گنہگار کانوں نے یہ سنا" اپنا نام لیتے تو "ابوالاعلیٰ"، "ابوالحسنات"، ابوالفلاں، ابوالفلاں وغیرہ وغیرہ کے بجائے فرمایا کرتے تھے "بندۂ آثم محمود" (حالانکہ سید تھے (حضرت سید تاج محمود امروٹیؒ حضرت مدنیؒ حسنی حسینی سید تھے اصلی سید۔ لیکن اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں "ننگِ اسلاف" حالانکہ اپنے ...

(باقی صفحہ ۱۵ پر)



۲۱ر جمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۶ر اگست ۱۹۶۸ء

دشمن پر فتحیابی کا اسلامی پروگرام

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفی و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفی: امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:-
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی - پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے - بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے-

کوثر کے معنے

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں - کوثر کے معنے "خیر کثیر" کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری - یہاں اس سے کیا مراد ہے "البحر المحیط" میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسّی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ کے یا آپ کے طفیل میں امّت مرحومہ کو ملنے والی تھیں ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت وہ حوض کوثر بھی ہے جو اس نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے، اور جس کے پانی سے آپؐ اپنی امّت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے- (اے ارحم الراحمین!) تو اس خطاکار اور رُوسیاہ کو بھی اس سے سیراب کیجئے!

(تنبیہ) حوض کوثر کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حد تواتر تک پہنچ چکا ہے - ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے - حدیث میں اس کی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں بعض روایات سے اس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنّت میں ہونا ثابت ہوتا ہے - اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنّت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدانِ محشر میں لا کر کسی حوض میں جمع کر دیا جائے گا - دونوں کو کوثر ہی کہتے ہیں - (واللہ اعلم بالصواب)

سیدی و مولائی حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز

نے کوثر کے معنے کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "مفسرین حضرات نے کوثر کے دو معنے کئے ہیں - ایک حوض کوثر جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میدانِ محشر میں اپنی امت کو پلائیں گے اور دوسرے "خیر کثیر" مراد لی ہے اور خیر کثیر سے مراد قرآن عزیز ہے - دونو معنوں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تطبیق یوں دی ہے کہ میرے خیال میں ہر دو معنوں سے مراد ایک ہی چیز ہے- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے - کہ جو چیز دنیا میں پائی جاتی ہے، اس کی اصل ایک دوسرے جہان میں موجود ہے جس کا نام عالم مثال ہے اور وہاں کی چیزوں کو اس جہان کے مناسب اجسام دئے جاتے ہیں - اس بناء پر وہ قرآن حکیم جو یہاں صفحۂ قرطاس پر منقوش ہے اور مومنین کے دل و دماغ میں محفوظ ہے اور بین الدفتین مجلد ہے اور انسان جس کو ہاتھ میں اٹھا لیتا ہے - اس کا ظہور عالم مثال میں بصورتِ حوضِ کوثر ہوگا - جن لوگوں نے عالم ناسوت میں اس چشمۂ الٰہی سے جرعہ نوشی کی ہے وہ وہاں حوضِ کوثر سے شراب طہور پی کر ایسے مست ہو جائیں گے کہ ان پر محشر کا پچاس ہزار سالہ دن اس طرح گذر جائے گا گویا کہ چار رکعت نماز ادا کی اور جن لوگوں نے یہاں اس منبع خیر و برکت سے اعراض برتا وہ وہاں بھی اس سے محروم رکھے جائیں گے-

حاصل یہ نکلا کہ یہی قرآن عزیز حوض کوثر کی صورت اختیار کرے گا - چنانچہ دنیا میں قرآن عزیز سے فیضیاب ہونے والے اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے عالم آخرت میں بھی اس سے فیضیاب ہوں گے جو لوگ یہاں قرآن عزیز سے دُور ہیں عالم آخرت میں بھی اس کے قریب نہ پھٹکنے پائیں گے اور محرومی و بدنصیبی کے غار میں جا گریں گے-

ربطِ آیات یہ ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ "چونکہ ہم نے آپؐ کو خیر کثیر عطا فرمایا ہے اس لئے آپؐ کا فرض ہے کہ اس نعمت کے شکریہ میں بدنی اور مالی قربانی کریں - نتیجہ ان قربانیوں کا آپؐ کی کامیابی اور آپؐ کے دشمن کی تباہی ہوگا" (حضرت شیخ التفسیرؒ)

حاصل یہ نکلا کہ سورت مذکورہ بالا میں تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے:-

(۱) انعام (۲) پروگرام اور (۳) انجام ——— انعام خیرِ کثیر ہے ——— پروگرام نماز اور قربانی ہے اور انجام دشمنانِ دین کی تباہی ہوگا۔

مختصر یہ ہے کہ اگر مسلمان اس سورت میں بتائے گئے پروگرام کو اپنائیں تو ان کا دشمن خائب و خاسر ہوگا اور مسلمان ہر حال میں کامیاب و کامران ہوں گے

بزرگانِ محترم! اللہ جل شانہٗ کا مسلمانوں پر احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے ان کو قرآن عزیز جیسی عظیم و بے مثال نعمت سے سرافراز فرمایا۔ اب شکرِ نعمت کے طور پر مسلمان کا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس نعمت کو وہیں صرف کرے جس مصرف میں صرف کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ اس نعمت کا بہترین شکر نماز اور قربانی کی صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی ایک مسلمان کی زندگی کا پروگرام ہونا چاہیے۔

مقصد یہ ہے کہ مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے رب کی نماز بھی پڑھتا رہے اور اللہ کی راہ میں جانی و مالی قربانی بھی پیش کرتا رہے — ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز شکرِ نعمت کا بہترین ذریعہ اور ایک ایسی معجونِ مرکب ہے جس میں عبادت کے علاوہ زندہ قوم بنانے کے تمام لوازمات موجود ہیں۔ ایثار، مساوات، اتحاد، انتخاب امیر، اطاعتِ امیر، وحدتِ مرکزی، جذبۂ قربانی، یادِ آخرت، ذکر، شکر، صبر، دعا — تمام چیزوں کی عملی تعلیم نماز میں دی جاتی ہے اور قربانی میں ایثار اور اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے حصولِ مقصد میں کامیابی و کامرانی کی راہیں کھلتی ہیں اور انسان بالآخر کامیاب و کامران ہو جاتا ہے اور اس کے دشمن ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہوتے ہیں۔

لہٰذا اے برادرانِ اسلام! ہم پر فرض ہے کہ حصولِ رضائے الٰہی کے لئے نماز بھی کما حقہٗ ادا کرتے رہیں اور ہر بدنی، مالی اور ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے بھی ہر وقت آمادہ اور تیار رہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ ان چیزوں کا ساری عمر ہم سے مطالبہ نہ کرے مگر ہمارا بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ فرضِ اوّلین ہے کہ اپنی طرف سے کبھی لیت و لعل نہ کریں۔

پھر یاد رکھیے! کہ اگر ہم نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا:۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

بے شک تیرا دشمن ہی ابتر و دُم بریدہ ہوگا۔

محترم حضرات! آج جب کہ مسلمانوں اور اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور مخالفین و دشمنانِ اسلام بلاؤں کی طرح ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں سچے اور کھرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اُن ہتھیاروں سے لیس ہو کر باطل کے مقابلے کے لئے میدان میں اُتریں جن کا ذکر سورت مذکورہ میں کیا گیا ہے تاکہ مسلمان کامیاب ہوں اور دشمنانِ اسلام ناکام و نامراد اور ذلیل و خوار ہو کر تباہی و بربادی سے دوچار ہوں۔

عزیزانِ گرامی! میرا ایمان ہے اگر مسلمانانِ عالم نماز اور قربانی کی روح کو پا جائیں اور ان دو اصولوں کو اپنائیں اور اس پروگرام کو عملی جامہ پہنا لیں تو پھر امدادِ الٰہی یقیناً ان کی پشت پناہ ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو جماعت با طاقت اس خدا پرست اور قربانی و ایثار سے سرشار جماعت کے مقابلہ میں آئے گی ذلّت و نامرادی اور بربادی کا منہ دیکھے گی۔

بقیہ: مکتوبِ گرامی

یدخل هم الجنّت عرفها لهم۔

اس وقت آسمان اشک بار تھا۔ زمین رو رہی تھی۔ ہندوستان سوگوار تھا۔ جرمن اور جاپان کا علمی اور سیاسی طبقہ بھی شریک ماتم تھا مگر حکومت برطانیہ نے اس خبر کو افواہ سمجھا تاج کے حکم سے وائسرائے ہند کے ذریعہ ایک تحقیقاتی محکمہ قائم ہوا۔ اس نے برطانیہ کے تمام سفارت خانوں سے رابطہ قائم کیا۔ تب کہیں جا کر اطمینان نصیب ہوا اور یکم ستمبر ۱۹۱۵ء کو پورے ایک سال نو دن بعد سرکاری طور پر اس امر کی تصدیق کی کہ مولانا واقعی فوت ہو گئے ہیں۔ ایک انقلابی کو ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیں اور پوری دنیا کو دوسرے پلڑے میں تو وہ ایک پوری دنیا پر بوجھل ہوتا ہے — اب صرف ایک یاد باقی ہے اور اس یاد کے ساتھ غم — غم صرف اس کا نہیں کہ یہ لوگ جدا ہو گئے۔ غم اس کا ہے کہ وہ دنیا ہی مٹ گئی جس دنیا کی یہ مخلوق تھے ہم اس کاروانِ رفتہ کے پسماندگان رہ گئے ہیں۔ جنہیں نہ تو قافلہ کا سراغ ملتا ہے نہ منزل سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ نہ ہمیں کوئی پہچانتا ہے — نہ ہم کسی کے شناسا ہیں۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ز

آزادی صد مبارک ان شہدا کو اور اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ان کی تربت پر ہوں۔ میں خیریت سے ہوں الحمدللہ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کریں۔ والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کر دیں — والسلام ابوالکلام!

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مدرسہ حنفیہ دار العلوم رجسٹرڈ جامع مسجد قاضی نظام الدین عیدگاہ روڈ راولپنڈی کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ۲۴، ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء بروز ہفتہ، اتوار کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہو رہا ہے — جس میں حضرت علامہ سید شمس الحق صاحب افغانی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی، حضرت علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر گکھڑ منڈی، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب، حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی (متوقع) و دیگر علماء کرام شرکت فرمائیں گے — ان اجلاس میں فارغ شدہ طلباء کی دستار بندی بھی ہوگی۔

(احقر: سید چراغ الدین شاہ خطیب و مہتمم مدرسہ)

اسلام کا معاشی نظام

مولانا شمس الحق افغانی (تمغۂ امتیاز)
سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان، حال شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

مولانا ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر زیارت حرمین شریفین اور بلادِ عربیہ کی سیاحت کو تشریف لے گئے۔ وہاں تقریباً دس ماہ مکتبۂ حمیدیہ کے کتب خانہ سے استفادہ کیا۔ واپسی پر دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے۔ اور پانچ سال درسِ تفسیر دیا۔ ازاں بعد جامع اسلامیہ ڈابھیل سورت میں صدر المدرسین مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کے قائم مقام بنائے گئے۔ آپ گیارہ سال تک ریاست ہائے متحدہ بلوچستان قلات میں بعہدہ وزارتِ معارفِ شرعیہ فائز رہے۔ اب ۱۹۶۲ء سے محکمۂ اوقاف اکیڈمی کوئٹہ اور پھر جامع اسلامیہ بہاول پور میں شیخ التفسیر ہیں۔ مولانا موصوف کی تصانیف سے معین القضاۃ والمفتین (عربی)، شرعی ضابطہ دیوانی اردو، دینِ فطرت، عالمگیر مذہب، ترقی اور اسلام اور سوشلزم اور اسلام چھپ چکی ہیں۔ اور التنقیح الشذی شرح جامع الترمذی اور علوم القرآن زیرِ طبع ہیں۔ مولانا کے پردادا مولانا سعد اللہ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور جنگِ اکوڑہ میں اُنہیں شہادت نصیب ہوئی —— (محمد سرور)

اعتدالیت

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے۔ اس لئے اسلام نے اپنے معاشی نظام میں بھی فطرتِ انسانیہ کا لحاظ رکھا اور تمام فطری امور کو اپنی حالت پر رہنے دیا۔ البتہ جہاں کہیں ان میں کجی، زہلغ اور بے اعتدالی واقع ہوئی تھی اس کا ازالہ کر کے اس کو اعتدال پر لایا گیا۔ اسلام کے معاشی نظریہ کے خلاف اکتنازیت اور اشتراکیت کے معاشی نظریات میں چونکہ بے اعتدالیت اور فطرت انسانی کے حدود سے انحراف موجود تھا، کیونکہ یہ دونوں نظریات جذباتی تھے اور جذباتی نظریات کے لئے فطرت کی حدود شکنی لازمی ہے۔ اس لئے اسلام نے اپنا معاشی نظام ایسا معتدل اور موافق فطرت رکھا کہ اس میں انسان کے تمام طبقات کا معاشی تحفظ اور حقوق کی رعایت بھی موجود رہی اور سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کی تمام خامیاں بھی اس میں دور کی گئی ہیں۔ اسلام نے اپنے معاشی نظام میں ان تمام دروازوں کو بند کیا، جن سے عوام کی معاشی حالت متاثر ہوتی تھی۔ جن سے سرمایہ دار غریب طبقے کا خون چوستے تھے اور ان تمام امور کی بھی مخالفت کی گئی جن سے انسانی حریت اور شرافت اور خود مختارانہ جوشِ عمل پر برا اثر پڑتا تھا۔ مال کے سکون کو اس نے حرکت میں تبدیل کیا۔ غرباء میں امراء کے خلاف حسِ عدوانی کو تیز کرنے کی بجائے حسِ ایمانی اور اخلاق کے ذریعہ دونوں میں محبت کا ربط قائم کر کے فقراء کے حقوق کو محفوظ کیا گیا۔ بجائے غیر فطری مالی مساوات کے امراء اور غرباء میں اکتسابِ رزق میں قانونی مساوات کو قائم کیا۔ قوانین عالیہ میں امیر و غریب اور شاہ و گدا کو برابر رکھا اور ایسے امور میں جو انسانی جد و جہد کی پیداوار نہیں اور جن پر انسانی سعی و عمل اور محنت کے ذریعہ سے جائز طریقے سے بالذات یا بالواسطہ کسی انسان کا قبضہ نہ ہوا ہو، ان کو سب انسانوں کی مشترکہ ملکیت قرار دیا۔

یہ وہ دس اصول ہیں جن پر اسلام کے معتدل معاشی نظام کی عمارت قائم ہے۔

امورِ فطریہ انسانیہ کو اپنی حالت پر قائم رکھنا

اور اشتراکی بے اعتدالی کی تردید

کمیونسٹ معاشی نظام میں غیر فطری مصنوعی مالی مساوات ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں غیر فطری تفاوت ہے۔ اسلام نے اعتدال قائم کیا اور دونوں کی تردید کی۔ مصنوعی مساوات کی تردید کی کہ وہ خلافِ فطرت ہے۔ جب قدرت نے انسان میں دولت کی تخلیقی قوت میں فرق رکھا ہے اور سب انسانوں کی فکری اور دماغی قابلیت برابر نہیں اور نہ عملی قوت یکساں ہے۔ تو انہی دو قوتوں کے فطری تفاوت کی وجہ سے انسانی طبقات میں مالی تفاوت کا رونما ہونا لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فکری اور دماغی قابلیت کے تفاوت کی وجہ سے تمام ملازم طبقوں کی تنخواہ یکساں نہیں نہ تمام تاجروں کی آمدنی برابر ہے۔ اور نہ تمام اربابِ صنعت و حرفت کی کمائی برابر ہے۔ کیونکہ فکر و عمل کی قوت برابر نہیں۔ اس لئے فطری تفاوت کے ثمرات و نتائج کو اپنی اصلی فطری حالت کے مطابق قائم رکھنا معقول ہے اور اس فطری تفاوتِ مال کے خلاف جد و جہد درحقیقت فطرت کے خلاف جنگ ہے جس کو کسی طرح معقول قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے اسلام نے اس فطری تفاوت کو برقرار رکھا۔ امراء و غرباء کے دونوں طبقوں کا وجود تسلیم کیا۔ امراء کے طبقہ پر ایسی پابندی عائد کی کہ غریب طبقے کے حقوق بھی محفوظ رہیں اور امراء اپنے فطری حدود سے تجاوز نہ کرنے پائیں۔ یہ پہلی اعتدالیت ہے۔

سرمایہ دارانہ بے اعتدالی اور

امراء و غرباء دونوں کے حقوق کی حفاظت

امراء پر اسلام نے حسب ذیل پابندیاں لگائی ہیں تاکہ اعتدال پیدا ہو کر غریب طبقے کے حقوق محفوظ ہو جائیں۔

۱:- امیر طبقہ حدودِ فطرت و شریعت سے تجاوز کر کے سود کے ذریعہ مال میں اضافہ نہ کرے۔ بلکہ اس کے برخلاف غریب طبقہ کی قرضِ حسنہ کے طور پر امداد کرے۔

۲:- رشوت، ظلم اور دیگر ناجائز ذرائع سے مال نہ کمائے۔

۳:- سرمایہ دار طبقہ وسائل رزق پر مثلاً تجارت، صنعت، کارخانہ سازی، زمینداری، ٹھیکہ داری اور ملازمت پر صرف دولت کے اثر سے اپنا قبضہ جما کر غیر سرمایہ دار طبقے کو محروم نہ

کرے تاکہ ان وسائل سے غیر سرمایہ دار طبقہ بھی مستفید ہو سکے اور فطری تفاوت اپنے حدود میں رہے۔ تاکہ وہ قارونیت کی شکل اختیار نہ کر سکے ورنہ بجائے فطری تفاوت کے قارونی تفاوت رونما ہو گا اور تمام وہ مفاسد اور خرابیاں رونما ہوں گی، جو سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ و لازمہ ہے۔

۴:- امراء کے اموال میں فقراء طبقے کے جو حقوق ہیں اسلام نے قانون زکوٰۃ و عشر و خراج و دیگر صدقات کے ذریعہ امراء کو فقراء کی حاجت روائی کے لئے جواب دہ قرار دیا تاکہ ہر سال امراء کے مال سے مناسب حصہ فقراء کو منتقل ہو کر فطری تفاوت اپنی حد کے اندر رہ کر بڑھنے نہ پائے۔

اسلام نے اپنے معاشی نظام میں اکتنازی اور اشتراکی معاشی نظاموں کی خامیوں کا ازالہ کیا

اکتنازی اور سرمایہ دارانہ نظام میں سب سے بڑی خرابی سودی کاروبار ہے۔ اسلام نے ہر قسم کے سود کو مفرد ہو یا مرکب حرام قرار دیا اور صرف اصل قرضے کی وصولی کی اجازت دی۔ ارشاد ہے:- ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون اگر تم سود سے توبہ کر دو گے تو تم کو صرف اصل قرضہ ملے گا نہ تم ظلم کرنے کے مجاز ہو کہ اصل قرضہ سے ایک کوڑی زائد لو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا کہ اصل قرضہ سے ایک کوڑی کم ملے (قرآن)۔ اسی طرح سورہ بقرہ پ۳ میں یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰو ان کنتم مومنین اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو اللہ کے فرمانے پر یقین ہے۔ اسی طرح احل اللہ البیع وحرم الربٰو حلال کیا خدا نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو۔ ان تینوں آیات میں اللہ نے سرمایہ داری کے بنیادی نقص کو دور کیا اور سود کی تمام قسموں کو حرام ٹھہرایا۔ خواہ اضعافاً مضاعفۃ ہو یا کم چاہے ایک چونی فی صد ہو۔ البتہ عرب میں ڈبل سود کا بھی رواج تھا جو سود کی بدترین شکل تھی۔ جب بھی میعاد پر قرضہ ادا نہ ہوتا تھا تو میعاد کے بڑھانے کے ساتھ ساتھ سود کی مقدار بھی بڑھاتے تھے۔ یہاں تک کہ سود کی رقم دوگنی سہ گنی تک پہنچ جاتی۔ اس کو قرآن نے خصوصی طور پر حرام کیا۔ ولا تاکلوا الربٰو اضعافاً مضاعفۃ میں یہی شکل سود کی مراد ہے۔ الغرض قرآن نے سود کے تمام اقسام کے دروازے بند کر دیئے۔ اور سود خوار کو ایسی شدید دھمکی دی گئی کہ قرآن میں کسی اور جرم پر ایسی دھمکی نہیں دی گئی۔ فرمایا:- فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اگر سود نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے۔ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم اگر سود سے توبہ کرو تو صرف قرض لینا ہو گا۔ نہ اس سے زیادہ چاہے ایک پائی ہو۔ اس سے بعض مغرب زدہ لوگوں کی تحریف قرآنی کی حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن نے عمومی سود کو بھی حرام کیا اور ایک مخصوص صورت کو بھی جو قبیح تر تھی۔ اس کی حرمت کو بھی خصوصیت کے ساتھ ممنوع قرار دیا۔ ورنہ قرآن کے مضامین میں تعارض لازم آئے گا فلکم رؤس اموالکم والی آیت صرف اصل قرضہ کی وصولی کے ساتھ جواز مخصوص کرتی ہے۔ اسی طرح وذروا ما بقی من الربٰو والی آیت سود کا جو بھی باقی ماندہ مطالبہ ہو اس کو حرام قرار دیتی ہے۔ اب اگر حرمت صرف ڈبل سود سے مختص ہو تو ان دونوں آیتوں کے خلاف ہو گا اور اگر سب صورتیں حرام ہوں تو سب آیتوں پر عمل ہو گا۔ اور کوئی آیت متروک العمل نہ رہے گی۔ یہی معنیٰ تقریباً چودہ سو سال سے ماہرین قرآن نے سمجھے۔ قرآن میں لفظی اور معنوی تواتر دونوں ہیں۔ جس طرح الفاظ قرآن تواتر سے ثابت ہیں اور ان کو زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے بدلا نہیں جا سکتا اسی طرح قرآن کے واضح مطالب بھی متواتر ہیں۔ کسی زمانے میں بھی ان متواتر معانی اور مطالب میں تبدیلی و تحریف کی گنجائش نہیں۔ خواہ ربٰو یا سود ہو یا صوم و صلوٰۃ یا حج و زکوٰۃ یا دیگر مطالب متواترہ۔ اگر بالفرض مطالب قرآنیہ متواترہ محفوظ نہ رہے اور ہر کس و ناکس جب چاہے اس کو تبدیل کر سکتا ہے تو پھر الفاظ قرآن کی محفوظیت بھی بے فائدہ ہو کر رہ جائے گی۔ کیوں کہ حفاظت الفاظ کی غرض حفاظت مطالب و معانی ہیں۔ اگر معانی محفوظ نہیں تو صرف تلفظ کی حفاظت سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

حرمت متجزی نہیں

حرمت اشیاء میں اسلامی ضابطہ یہ ہے کہ اس میں قلیل و کثیر کے لحاظ سے تفاوت نہیں ہوتا کہ کثیر سود حرام ہو اور قلیل جائز ہو۔ چوری کثیر و قلیل دونوں حرام ہیں۔ ڈاکہ کے ذریعہ قلیل و کثیر مال حاصل کرنا دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ مردار کھانا قلیل و کثیر دونوں ناجائز ہیں۔ لہٰذا سود میں یہ حد بندی کہ سود مفرد حلال ہو اور سود مرکب حرام ہو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ الغرض جو چیز مدار حکم ہو خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس سے حکم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ مثلاً چوری حرام ہے اور حرمت کا مدار اس کا چوری ہونا ہے۔ اب چوری تھوڑی ہو یا زیادہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اس میں کم و بیش، قلیل و کثیر کا حکم ایک ہی ہو گا کہ سب صورتیں حرام ہوں گی۔ اسی طرح مردار حرام ہے۔ خنزیر کا گوشت، نشہ آور چیز حرام ہے۔ ڈاکہ حرام ہے۔ غصب اور ظلم حرام ہے۔ ان سب میں کم و بیش، قلیل و کثیر کا ایک ہی حکم ہو گا اور سب صورتیں حرام ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کسی چیز پر فساد کی وجہ سے حرمت کا حکم لگاتی ہے اور فساد خواہ قلیل ہو یا کثیر دونوں واجب الاجتناب ہیں۔

دین میں اس قسم کا تجدد، تجدد اصلاح نہیں، تجدد فساد ہے اور تقلید فرنگ کا بہانہ ہے۔ بقول اقبال ؎

محسوس یہ ہوتا ہے کہ آوازۂ تجدید!
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ! (ماخوذ)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وحید الدین خاں ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیتہ دہلی۔

جو لوگ خدا کو نہیں پاتے ان کے جذبات کسی دوسری مصنوعی چیز کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اندر یہ خواہش رکھنے پر مجبور ہے کہ کوئی ہو جس کے آگے وہ اپنے بہترین جذبات کو نذر کر دے۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو جب ہندوستان کی سرکاری عمارتوں سے یونین جیک اتار کر ملک کا قومی جھنڈا لہرایا گیا تو یہ منظر دیکھ کر ان قوم پرستوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے جو اپنے ملک کو آزاد دیکھنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ یہ آنسو دراصل آزادی کی دیوی کے ساتھ ان کے تعلق کا اظہار تھا۔

جب آدمی خدا کے سوا کسی اور کو اپنے جذبات کا مرکز بناتا ہے تو وہ اپنے اس نفسیاتی خلاء کو پُر کرنے کی غلط کوشش کرتا ہے جو صرف خدا کے لئے بنایا گیا ہے۔

یہ اپنے ملک کو پا لینے کی خوشی تھی۔ جس کے لئے انہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ صرف کر دیا تھا۔ اس طرح ایک لیڈر جب "قوم کے باپ" کی قبر پر جاکر پھول چڑھاتا ہے اور اس کے آگے سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا ہے تو وہ ٹھیک اسی عمل کو دہراتا ہے۔ جو ایک مذہبی آدمی اپنے معبود کے لئے رکوع سجدے کے نام سے کرتا ہے۔ ایک کمیونسٹ جب لینن کے مجسمے کے پاس گزرتے ہوئے اپنی ہیٹ اتارتا ہے اور اس کے قدموں کی رفتار سست پڑ جاتی ہے تو اس وقت وہ اپنے معبود کی خدمت میں اپنی عقیدت کے جذبات نذر کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح ہر شخص مجبور ہے کہ کسی نہ کسی چیز کو اپنا معبود بنائے اور اپنے جذبات کی قربانی اس کے آگے پیش کرے۔

مگر خدا کے سوا جن جن صورتوں میں آدمی اپنا یہ نذرانہ پیش کرتا ہے۔ وہ سب شرک کی صورتیں ہیں اور اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ "شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ کسی چیز کو اس کی اصل جگہ کے بجائے دوسری جگہ رکھ دینا مثلاً ڈبہ کے ڈھکن سے آپ کے بچے کی ٹوپی کا کام لینا چاہیں تو یہ ظلم ہوگا۔ گویا آدمی جب اپنے نفسیاتی خلاء کو پر کرنے کے لئے خدا کو چھوڑ کر کسی اور طرف لپکتا ہے۔ جب وہ خدا کے سوا کسی اور کو زندگی کا سہارا بناتا ہے تو وہ اپنے اصل مقام کو چھوڑ دیتا ہے وہ ایک صحیح جذبہ کا غلط استعمال کرتا ہے۔

یہ جذبہ چونکہ فطری جذبہ ہے۔ اس لئے ابتداءً وہ ہمیشہ فطری شکل میں ابھرتا ہے۔ اس کا پہلا رخ اصلی معبود کی طرف ہوتا ہے۔ مگر حالات اور ماحول کی خرابیاں اس کو غلط سمت میں موڑ دیتی ہیں اور کچھ دنوں بعد جب آدمی ایک مخصوص زندگی سے مانوس ہو جاتا ہے تو اس میں اس کو لذت ملنے لگتی ہے۔ برٹ رینڈرسل اپنے بچپن میں ایک کٹر مذہبی آدمی تھا۔ وہ باقاعدہ عبادت کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک روز اس کے دادا جان نے پوچھا ——

"تمہاری پسندیدہ دعا کون سی ہے؟" چھوٹے رسل نے جواب دیا "میں زندگی سے تنگ آگیا ہوں اور اپنے گناہوں کے بوجھ سے دبا ہوا ہوں"

اس زمانے میں خدا برٹ رینڈرسل کا معبود تھا۔ لیکن جب رسل تیرہ برس کی عمر کو پہنچا تو اس کی عبادت چھوٹ گئی اور مذہبی روایات اور پرانی قدروں سے باغیانہ ماحول کے اندر رہنے کی وجہ سے خود اس کے اندر بھی ان چیزوں سے بغاوت کے رجحانات ابھرنے لگے اور اب برٹ رینڈرسل ایک ملحد انسان ہے جس کی محبوب ترین چیزیں ریاضی اور فلسفہ ہیں۔ ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے بی بی سی لندن پر ایک بات چیت پروگرام میں فری مین نے رسل سے پوچھا:-

"کیا آپ نے مجموعی طور پر ریاضی اور فلسفہ کے شوق کو مذہبی جذبات کا نعم البدل پایا ہے"

رسل نے جواب دیا۔

"جی ہاں، یقیناً میں چالیس برس کی عمر تک اس اطمینان سے ہمکنار ہو گیا تھا جس کے متعلق افلاطون نے کہا ہے کہ آپ ریاضی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ابدی دنیا نیز وقت کی قید سے آزاد دنیا۔ مجھے یہاں مذہب سے ملتا جلتا ایک سکون نصیب ہو گیا"

خدا کے سوا
کسی اور ہستی کو معبود بنانا
ایسا ہی ہے
جیسے ایک بے بچہ ماں
پلاسٹک کی گڑیا خرید کر
اپنی بغل میں دبا لے

برطانیہ کے اس عظیم مفکر نے خدا کو اپنا معبود بنانے سے انکار کر دیا۔ مگر معبود کی ضرورت سے پھر بھی وہ بے نیاز نہ رہ سکا اور جس مقام پر پہلے اس نے خدا کو بٹھا رکھا تھا، وہاں ریاضی اور فلسفے کو بٹھانا پڑا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ریاضی اور فلسفے کے لئے وہ صفات بھی تسلیم کرنی پڑیں جو صرف خدا ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔ ابدیت اور وقت کی قید سے آزادی! کیونکہ اس کے بغیر اسے مذہب سے ملتا جلتا وہ سکون نہیں مل سکتا تھا جو دراصل اس کی فطرت تلاش کر رہی تھی۔

"نہرو رکوع میں ——" اگر یہ خبر کسی دن اخبار میں چھپتی تو کسی کو

(باقی ص۱۴ پر)

خلیفۂ وقت رات بھر صحرا نشینوں کی ضروریات کا جائزہ لیتے

قاضی اے مصطفیٰ کامل

سیدنا فاروق اعظمؓ کے دس سالہ عہد میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ مشرق میں افغانستان اور چین تک، مغرب میں طرابلس اور شمالی افریقہ تک، شمال میں بحرِ قزوین تک اور جنوب میں مملکتِ حبشہ تک پہنچ گیا اور ان فتوحات کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق نے جو نظامِ حکومت قائم کیا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا نظام کی کامیابی کی وجہ خود حضرت عمرؓ کا کردار تھا۔ جس کی نشوونما میں قرآن اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ کے نظامِ حکومت اور سیاست کا محور رعایا کی فلاح و بہبود تھا۔ آپ رعایا کے کسی فرد پر ظلم ہوتا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین رہتے اور رات کا اکثر حصہ مدینہ اور اس کے مضافات میں گھومتے ہوئے گذار دیتے۔

جب سنہ ۱۸ھ میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے جزیرہ عرب میں زبردست قحط پڑ گیا اور اجناس خوردنی کے ذخائر ختم ہو گئے تو عوام پریشانی اور بے کسی کے عالم میں بلبلا اٹھے۔ اس غیر معمولی آزمائش کے موقع پر فاروقِ عادل (رضی اللہ عنہ) نے جس کردار کا مظاہرہ کیا وہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ان ہمت شکن حالات میں شب و روز قوم کی پاسداری میں مشغول رہے۔ صرف عشاء کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے اور باقی رات مدینہ سے باہر گھومتے اور ان صحرا نشینوں کی ضروریات معلوم کرتے جو محض روٹی کی خاطر مدینہ کے قریب آ کر پڑ رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب مصیبت زدگان کی ضروریات پوری کرتے اور اکثر اپنے غلام کے ساتھ آٹا اور زیتون کا تیل اٹھائے گلیوں اور محلوں میں فاقہ کشوں کے دروازوں پر جا جا کر ان میں راشن تقسیم کرتے اور بعض جگہ تو خلیفۃ المومنین کو کھانا بھی اپنے ہاتھ سے پکا کر دینا پڑتا۔ اسی طرح رات گذر جاتی اور فجر کے وقت گھر لوٹتے اور اللہ کے حضور جھک جاتے جب خشک سالی طویل اور شدید ہو گئی تو آپ نے تمام زرخیز علاقوں کے گورنروں کو غلہ بھیجنے کے لئے لکھا آپ اکثر مختصر اور موثر خطوط لکھتے۔ آپ کے خطوط کے جواب میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح ۴ ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے لے کر مدینہ پہنچ گئے حضرت امیر معاویہؓ نے تین ہزار اونٹوں کا قافلہ اجناس خوردنی سے لاد کر شام سے روانہ کیا۔ اس موقعہ پر مصر کے گورنر عمرو بن عاص کے نام خلیفہ نے جو خط لکھے ان میں سے ایک مختصر خط یہ تھا۔

"مدد، مدد، عربوں کی مدد!
اونٹوں کا ایک قافلہ جس کا اگلا حصہ میرے پاس اور پچھلا تمہارے پاس۔ عباؤں میں آٹا بھر کر میرے پاس روانہ کر دو۔"

اس خط کے جواب میں عمرو بن عاص نے مندرجہ ذیل خط لکھا:-

"بہت اچھا، بہت اچھا.....
جلد غلہ سے لدے اونٹوں کا ایک ایسا قافلہ پہنچے گا جس کا اگلا حصہ آپ کے پاس ہو گا اور پچھلا میرے پاس۔ مجھے امید ہے کہ ایسی صورت بھی نکل آئے گی کہ آپ کے پاس سمندر کی راہ سے غلہ بھیج سکوں گا۔"

چنانچہ حضرت عمرو بن عاص نے مصر سے آٹے کے توڑوں سے بھری ہوئی ۲۰ کشتیاں بحیرہ قلزم کے راستے روانہ کیں اور ایک ہزار اونٹوں پہ سامانِ خوراک بذریعہ خشکی بھیجا اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے عراق سے ایک ہزار اونٹ آٹے دانے سے لدے ہوئے روانہ کئے۔ حضرت عمرؓ نے ایک جماعت مقرر فرمائی جو باہر سے آنے والے سامان کو وصول کرتی اور سامان تقسیم کرنے والی جماعت کے سپرد کر دیتی جو مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں لوگوں کو ان کی ضرورت کے مطابق اشیاء فراہم کرتی۔ آٹے دانے کے ساتھ ضرورت مندوں میں کپڑا بھی تقسیم کیا جاتا۔ جناب امیرالمومنین نے کچھ آدمی اپنی سرکردگی میں مامور کر رکھے تھے جو ہر روز بھیڑیں ذبح کرتے، گوشت بناتے اور پکاتے اور پھر گوشت روٹی اور زیتون کا روغن ملا کر لنگر تقسیم کیا جاتا۔ یہ انتظام ہر بھوکے کے لئے ہوتا تھا۔ جو اس فاروقی لنگر پہ آتا خود کھاتا اور بیوی بچوں کے لئے ساتھ لے جاتا۔ حضرت عمرؓ کا یہ دسترخوان تھا جس سے اس خشک سالی کے دوران ہزاروں نے ہر روز پیٹ بھر کر کھایا۔ ایک طرف رعایا کے لئے تو یہ انتظام کئے جا رہے تھے لیکن دوسری طرف مسلمانوں کا خلیفہ خود اپنے اوپر ساری لذتیں حرام کئے ہوئے تھا۔ یعنی گوشت، گھی اور دودھ کا استعمال بالکل ترک کر رکھا تھا اور قحط سالی کے ان نو ماہ میں آپ کی حالت ایسی ہو گئی کہ آپ پہچانے نہ جاتے تھے صرف خشک نان اور زیتون پر اسلامی مملکت کا سربراہ گزارا کرتا تھا۔ بعد میں صرف زیتون کا پھل ہی آپ کی واحد غذا رہ گیا اور جب مسلسل زیتون کے استعمال سے پیٹ میں مروڑ کی تکلیف پیدا ہو گئی تو اسلامی مملکت کا سربراہ اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر

باقی صفحہ ۱۶ پر

احکامِ زکوٰۃ

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکوٰۃَ

(پ ۲۹ - ع ۱۴)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

برادرانِ اسلام! قرآن پاک میں نماز کے ساتھ ۸۲ جگہ زکوٰۃ کا حکم موجود ہے۔ اگر اس پر بھی کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے تو وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے اپنے خالق و مالک کی ۸۲ نافرمانیاں کیں۔ نماز اور زکوٰۃ اسلام کے دو پر ہیں جس طرح کوئی پرندہ اپنے پروں کے بغیر اڑ نہیں سکتا اسی طرح مسلمان جب تک نماز اور زکوٰۃ دونو احکام کی اطاعت نہیں کرینگے کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچیں گے۔

یہ ضروری نہیں کہ ماہ رجب ہی میں زکوٰۃ نکالی جائے حکم یہ ہے کہ جب کسی مال پر پورا سال گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

زکوٰۃ دیتے وقت اس امر کا تحقیق کرنا ضروری ہے کہ جس شخص کو زکوٰۃ دی جا رہی ہے کیا وہ اس کا مستحق ہے؟ اگر زکوٰۃ کسی غیر مستحق کو دی گئی تو یقینی طور پر اس کا کچھ ثواب نہ ہوگا وہ دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔ سب سے پہلے زکوٰۃ اپنے قریبی رشتہ داروں، محلہ کے غرباء، یتامیٰ، مساکین اور بیوگان کو دینی چاہئیے۔ نہ کہ دوسرے شہر کے لوگوں کو۔ ہاں دینی مدارس کے طلباء مستثنیٰ ہیں۔ زکوٰۃ کا مال سید کو نہ دیا جائے۔ کیونکہ حضور پر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی آل پر زکوٰۃ کا مال حرام قرار دیا ہے۔

بارانی زمین کا دسواں حصہ اور چاہی زمین کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ

(پ ۴ ع ۹ سورہ آل عمران - آیت ۱۸۰)

ترجمہ: جو لوگ خداداد نعمتوں میں کنجوسی کرتے ہیں۔ ان کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ اُن کے حق میں اچھا ہے۔ بلکہ برا ہے۔ قیامت کے روز وہ چیزیں ان کے گلے کا طوق ہوں گی جن میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

حدیث شریف میں اس آیت کی تفسیر اس طرح آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو خدا نے مال دیا اور اس نے اس مال کی زکوٰۃ نہ دی تو قیامت کے دن اس کا مال گنجا سانپ بنایا جائے گا۔ جس کے دو داغ ہوں گے یہ سانپ اس کے گلے کا طوق ہوگا اور دونو جبڑے پکڑ کر کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔

دسویں پارہ رکوع ۱۱ سورہ توبہ آیت ۳۴-۳۵ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: "اور وہ لوگ جو سونا چاندی کو گاڑ کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے کہ جس دن اس کے مال پر دوزخ کی آگ دھکائیں گے۔ پھر اس سے ان کے، ماتھے، پیٹھیں اور کروٹیں داغیں گے۔ کہا جائے گا یہ وہی ہے جو تم نے اپنے واسطے گاڑ رکھا تھا اب اپنے گاڑنے کا مزہ چکھو۔"

زکوٰۃ دینے کے فوائد

علم سیاستِ مدن کا سب سے مشکل اور پیچیدہ مسئلہ یہ ہے کہ افرادِ قوم اور بنی نوعِ انسان میں بلحاظ فقر و دولت کیونکر تناسب اور مساوات قائم کیا جائے۔ آج تک کوئی دماغ اور کوئی اجتماعی نظام اس عقدہ کی گرہ کشائی نہ کر سکا۔ مگر اسلام نے دنیا میں آتے ہی سب سے پہلے اس عقدہ کو حل کر دیا۔ اور نظام اجتماعی کی بنیادوں کو مضبوط اور استوار کر دیا۔ جبھی تو آج ساری دنیا کے فلاسفر، مفکرین اور عقلاء اسلام کے فلسفۂ معاشرت کے سامنے سرنگوں ہیں۔

اسلام نے ہماری حیات انفرادی و اجتماعی کا موجب نماز اور زکوٰۃ کو بتلایا ہے۔ ہماری قومی زندگی اور ترقی کو ان ہی دو چیزوں سے وابستہ کیا ہے مگر افسوس، کہ ہم ان دونو اصولوں پر ہی قائم نہیں جس کی وجہ سے ہم ہر طرح ذلیل و خوار ہیں۔

زکوٰۃ کے یوں تو بے شمار قومی و تمدنی فائدے ہیں مگر ہم یہاں چند فوائد بیان کرتے ہیں۔

انسان کو یہی نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کے ادا کرنے میں ثواب اور نہ ادا کرنے میں عذاب ہے بلکہ یاد رکھئے کہ انسان کی تمدنی اور اخلاقی مصلحتوں سے بھی زکوٰۃ کو بہت بڑا تعلق ہے اور اسی کی تکمیل کے لئے خداوند حکیم نے ادائے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جہاں اس سے غرباء قوم کی پرورش ہوتی ہے اُسے مال کی محبت مغلوب نہیں کر سکتی۔ اور اس کی دینداری اور خدا پرستی کے اعلےٰ جوہر نمودار ہوتے ہیں۔

انسان کی سب سے بڑی کمزوری اور اخلاقی بیماری و پستی، غرور و تکبر، بخل و امساک، خود غرضی، بے رحمی اور حبِّ جاہ ہے۔ یہ کمینی عادت اسے انسانیت کے درجہ سے گرا کر حیوانیت کی گہرائیوں میں گراتی ہے۔ زکوٰۃ دینے والا ان برائیوں سے محفوظ اور پاک ہو جاتا ہے۔

لفظ "زکوٰۃ" کے معنوں میں دو باتیں

پائی جاتی ہیں اوّل بڑھنا دوسرے پاک و صاف ہونا۔ پس جب ایک مسلمان زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اسے یقین کرنا چاہیئے کہ زکوٰۃ کا دینا اس کے مال کو گھٹاتا نہیں بلکہ بڑھاتا ہے دوسرے یہ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے سے اپنے نفس اور اپنے مال کو خدا کی نظر میں پاک و طیب بناتا ہے۔

یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرۡبِي الصَّدَقٰتِ ط (پ ۳ ع ۶ سورہ بقرہ آیت ۲۷۶)

ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ فرضیت زکوٰۃ سے اصل غرض مسلمانوں کا امتحان ہے کیونکہ ہر مسلمان زبان سے توحید کا اقرار کرتا ہے، دل سے اپنے معبود کی یکتائی کی شہادت دیتا ہے اور محبت الٰہی کا دعوے کرتا ہے۔ اس دعوے کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی عزیز سے عزیز چیز خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے مال سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے لہٰذا مال کے خرچ کر دینے کا حکم دے کر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے اقرارِ توحید اور محبت کی آزمائش کی ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کس مالدار کو محبتِ الٰہی اور دعوئے مسلمانی پر ثبات ہے خوش قسمت ہے وہ مسلمان جو اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کر کے رضائے الٰہی کا پروانہ حاصل کرے اور اپنے نفس و مال کو پاک صاف کرے۔

زکوٰۃ کن کن چیزوں پر فرض ہے

چاندی، سونا اور اسبابِ تجارت پر، بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ پر زکوٰۃ فرض ہے۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر اور نہ ادا کرنے والا فاسق ہے۔

سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ

جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی ہو اور پورے ایک سال تک جمع رہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اس رقم کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اس پر بھی مذکورہ بالا شرح سے زیادہ فرض ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے سال کا اول اور آخری مہینہ معتبر ہے۔ زکوٰۃ قرضہ کی رقم نکال کر ادا کرنی ہے۔ سونے چاندی کے زیور اور کپڑوں پر گوٹہ کناری ہو تو ان پر بھی زکوٰۃ مذکورہ بالا شرح سے ادا کرنی پڑتی ہے۔ کرایہ کے مکانوں، برتنوں، کپڑوں، گاڑیوں وغیرہ جس قدر اور دھاتیں ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے بشرطیکہ وہ سوداگری کے لئے نہ ہوں۔

وجوب زکوٰۃ کی شرائط

(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) آزاد ہونا۔ غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں (۵) مال بقدر نصاب کا ملک میں ہونا۔ اگر نصاب سے کم مال ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں (۶) مال کا پورے طور پر مالک ہونا۔ جو مال گم یا دریابرد ہو گیا یا کسی نے غصب کر لیا یا جنگل میں دفن کر کے کہیں بھول گیا تو ان سب صورتوں میں اس مال کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

اگر قرض ایسے شخص پر ہے جو ادائے زکوٰۃ کا اقرار تو کرتا ہے مگر ادائیگی میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے یا وہ منکر ہے اور اس کے پاس گواہ بھی موجود ہیں تو جب بھی مال ملے گا گذرے ہوئے سال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی

رہن رکھی ہوئی چیز کی زکوٰۃ نہ رہن رکھنے والے پر ہے اور نہ اس پر جس نے رہن رکھی اگر اس کو چھڑا لیا تو گذرے ہوئے برسوں کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔

کن کن چیزوں پر زکوٰۃ نہیں عائد ہوتی

جو چیزیں حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ یعنی جن چیزوں پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے جن کے بغیر گذر نہ ہوتا ہو مثلاً رہنے کا مکان، سردی گرمی کے کپڑے، خانہ داری کا تمام سامان، سواری کا جانور، لونڈی غلام، آلاتِ حرب، آلاتِ زراعت، پیشہ وروں کے اوزار اور اہلِ علم کی کتابیں۔ یہ سب چیزیں حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں۔

خرچ کرنے کے لئے جو روپے پیسے ہوں وہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں۔ ہاں سال کے بعد جو کچھ بچے اور وہ بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

پہننے کے لباس اور شادی میں استعمال کرنے کے کپڑے خواہ کتنے ہی قیمتی ہوں تب بھی ان پر زکوٰۃ نہیں ہاں اگر ان میں سچا گوٹا وغیرہ اتنا ہو کہ بقدر نصاب پہنچ جائے۔

مکانات، دیگیں، دریاں، قالینیں چاندنیاں وغیرہ جو کرایہ پر چلائی جاتی ہوں ان میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں سوداگری کے مال میں داخل نہیں ہیں۔

سوداگری کا مال وہ سمجھا جاتا ہے جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدا جائے۔ اب خرید کر اسے فروخت کرے یا نہ کرے بہرحال اس کو سوداگری کا مال ہی سمجھا جائے گا

تجارت کے مال پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جبکہ خرید و فروخت کے وقت تجارت کی نیت کی ہو اگر بعد خرید و فروخت کے نیت کی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی

جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام

بکریوں کی تعداد اگر چالیس ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ چالیس بکریوں پر ایک سال گذر جائے تو سال بھر کی ایک بکری۔ چالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس تک ایک ہی بکری دینی پڑے گی ۱۲۱ بکریوں پر دو بکریاں زکوٰۃ دینی ہو گی —— پانچ اونٹوں کے بدلہ میں ایک بکری ہے جب ۲۵ ہو جائیں تو ایک سالہ اونٹنی ۳۰ گائیں کے عوض میں دو سالہ بچہ اور چالیس گائیں کے عوض میں تین سالہ بچہ

مصارفِ زکوٰۃ

سورہ توبہ آیت ۶۰ پارہ ۱۰ ع ۱۴

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۳۰ر جولائی ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

سورہ یونس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔط قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕط مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(صدق اللہ العظیم)

میرے محترم بھائیو، دوستو، اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس نے مجھے اور آپ کو آج پھر ایک جگہ اپنا کلام سننے اور سنانے کے لئے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

میرے بھائیو! دین اسلام سب دینوں سے آخری دین ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے آخری نبی ہیں لیکن آپ اگر غور فرمائیں دنیا میں جس سرعت اور تیزی کے ساتھ اسلام پھیلا ہے اتنی تیزی کے ساتھ اور کوئی دین نہیں پھیلا۔ اسلام کے سب سے آخری دین ہونے کے باوجود دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہے جہاں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والے موجود نہ ہوں۔ تو آخر اتنی تیزی کے ساتھ اسلام کا پھیلنا، اتنی سرعت کے ساتھ اسلام کی اشاعت۔ اس کی ایک خاص وجہ تھی اور وہ وجہ آج بھی اگر ہم عمل میں لے آئیں تو انشاء اللہ دورِ اوّل کی طرح آج بھی مسلمان اشاعتِ اسلام میں دوسری قوموں سے آگے نکل سکتے ہیں۔ اور وہ خاص وجہ یہ تھی کہ دورِ اوّل میں ہر مسلمان کو ایک خاص فکر رہتی تھی کہ جو بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی، جو دین کی بات وہ جانتا تھا، جو قرآن کے معانی اور مطالب وہ سمجھتا تھا، وہ دوسروں تک پہنچانے کی ہر اعتبار سے کوشش کرتا تھا۔ وہ اگر زمیندار تھا تو تب بھی اس کا مطمحِ نظر نہ صرف زمینداری تھی بلکہ اللہ کے دین کا سمجھنا اور اللہ کے دین کا سمجھانا۔ اگر وہ دُکاندار ہوتا یا ملازم ہوتا یا کسی بھی شعبۂ حیات میں وہ مصروفِ عمل ہوتا تو اس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچائے۔ یہی وجہ تھی کہ دورِ اوّل میں اشاعتِ دین کا مسئلہ بنیادی اور مقصود بالذات مسئلہ تھا مسلمانوں کا۔ ہماری اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ علوم کی تاریخ میں ایسے واقعات بڑی کثرت سے ملتے ہیں کہ لوگوں نے اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں، اللہ کے دین کو سمجھانے کے لئے بڑی بڑی محنتیں اور مشقتیں کیں وہ اولیائے کرام اور علمائے برحق، صوفیائے عظام یہ جتنے لوگ تھے۔ سارے کے سارے دین کو پھیلانے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے، اپنے وطنوں کو چھوڑا، دور دراز ممالک تک پہنچے، دوسری قوموں میں جاکر آباد ہوئے اور بسے۔ صرف اسی لئے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے دنیا والے شناسا ہو جائیں۔ ہماری اشاعتِ علوم کی تاریخوں میں ایسے واقعات کافی موجود ہیں کہ لوگ رقمیں خرچ کرکے اللہ کی بات اور اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاد ہیں حضرت یعقوب، بہت بڑے محدث ہیں اپنے زمانے کے (رحمۃ اللہ علیہ) اُن کے پاس ایک سند سے خاص طور کے ساتھ ایک حدیث تھی ــــ صرف ایک حدیث ــــ تو وہ ایک حدیث جب سناتے کسی کو (ویسے وہ محدث تھے، لیکن ایک سند خصوصی ان کے پاس موجود تھی ــــ سندِ خاص) (سلسلہ ہوتا ہے روایت کا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں سلسلے ہوتے ہیں، سندِ حدیث بھی ایک خاص سلسلہ ہے اور اس سلسلے میں مسلمان دوسری اقوام سے ممتاز ہیں) تو حضرتِ یعقوب کے پاس جب کوئی جاتا اس حدیث کے سننے کے لئے تو وہ اس سے ایک اشرفی لیا کرتے تھے کہ پہلے ایک اشرفی دو پھر تمہیں میں بات سناتا ہوں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تو جو لوگ تھے شائق اور خواہش مند وہ ایک اشرفی دینے پر کب رکتے تھے؟ وہ پیش کر دیتے بلکہ وہ اس سے زیادہ بھی دے دیتے تاکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سن لیں۔ بلکہ ایسے بھی ہمارے ہاں گذرے ہیں اللہ کے نیک بندے کہ وہ اپنے ہاں دعوتوں کا اہتمام کر دیتے تھے عمومی طور پر، لیکن ایک شرط رکھ دیتے تھے کہ میں کھانا اس کو کھلاؤں گا جو مجھ سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث سنے گا۔ ہمارے اسلامی ادوار میں ایسے بھی اللہ والے گذرے ہیں کہ وہ اپنے مکانوں پر، اپنی بیٹھکوں پر، اپنے حلقۂ اثر میں عمومی دعوتوں کا اہتمام کر دیا کرتے تھے۔ اور اس لئے میرے بزرگو! علمائے اسلام کی محنتوں سے، دورِ اوّل کے مسلمانوں نے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں اور اللہ کے دین کو سیکھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں ہشام۔ محدث ہیں، امام مالک، امام ہیں اہلِ مدینہ کے (رحمۃ اللہ علیہ) اُن کے شاگرد ہیں حضرتِ ہشام ــــ

ہشام ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خیال یہ کیا (آداب ہوتے ہیں پڑھنے اور پڑھانے کے، یہ مستقل ایک فن ہے) تو انہوں نے آکر کھڑے کھڑے امام مالک سے ایک حدیث پوچھی کہ فلاں حدیث کے متعلق مجھے آپ تشریح فرما دیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا۔ کہ تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی توہین کی ہے۔ بیٹھتا ادب کے ساتھ اور اطمینان کے ساتھ میرے ساتھ بات کرتا۔ تو نے کھڑے کھڑے مجھ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوچھی ہے۔ اس لئے میں تجھے بیس چھڑیوں کی سزا دیتا ہوں۔ بیس بیدوں کی سزا دیتا ہوں۔ شاگرد بھی شاگردِ سلیم تھے اور استاد بھی استادِ سلیم۔ انہوں نے کہا جی بالکل واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے یہ گستاخی اور بے ادبی نہیں کرنی چاہیئے تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ویسے ہی لاابالی طریقے پر پوچھنا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات کو تو مجھے ادب کے ساتھ پوچھنا چاہیئے تھا۔ میں نے بڑی غلطی کی۔

کتابوں میں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیثیں پڑھا کرتے تھے۔ وہ ہمارے استاد ہیں، حرم نبوی میں، مسجد نبوی میں امام مالک حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ اور ان کے درس میں بڑے بڑے اساتذہ، علماء، اور آئمہ زمانے کے شریک ہوتے تھے وہ سب ان کے شاگرد تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو وہ فرماتے ہیں اپنے حالات میں کہ جب ہم حدیث کی کتاب کا ورق پلٹتے تھے تو بڑی آہستگی کے ساتھ پلٹتے تھے، تاکہ ورق کی کھڑکھڑاہٹ نہ پیدا ہو، بے ادبی نہ ہو جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اور ساتھ ہی مزاج گرامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو روضۂ اقدس میں آرام فرما ہیں، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزاجِ عالی پر ہماری کھڑکھڑاہٹ سے اثر نہ پہنچے۔ اس لئے کہ آئمہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر میں حیات النبی ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو امام مالکؒ نے ہشام کو بیس بیدوں کی سزا دی۔ جب اس کو سزا دے چکے تو بعد میں طبیعت پر ترس آیا کہ میں نے اپنے شاگرد کو گو صحیح سزا دی ہے مگر بڑی سنگین سزا دی ہے۔ اُسے اپنے پاس بٹھایا، ناز کیا، پیار کیا، فرمایا کہ اچھا۔ بیس بید تو میں نے تجھے مروا دئے، بیس چھڑیاں میں نے تجھے مروا دیں لیکن اب میں تجھے ان کے بدلے میں بیس حدیثیں سناتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ہشام کو امام مالکؒ نے پھر بیس حدیثیں سنا دیں۔ جب بیس حدیثیں سنا چکے تو ہشام عرض کرتے ہیں کہ اے میرے استادِ محترم! یہ سودا مجھے گراں نہیں ہے بلکہ بڑا سستا پڑتا ہے۔ آپ ایک چھڑی مارتے جائیں اور ایک حدیث سناتے جائیں۔ میں اُف بھی نہیں کروں گا۔ اگر اسی پر بات ہے کہ ایک چھڑی کے بدلے میں امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک بات مجھے سنائی جائے اور اس کا شرف مجھے حاصل ہو تو میں اس میں اُف بھی نہیں کرونگا آپ مجھے ایک حدیث سناتے جائیں اور اس کے بدلے میں ایک چھڑی لگاتے جائیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: ایک سجدہ جسے تو . . .

یقین نہ آتا کہ یہ واقعہ ہے۔ لیکن ہندوستان ٹائمس (دہلی) کی ۱۳ اکتوبر ۶۳ء کی اشاعت کے آخری صفحہ پر شائع شدہ تصویر اس کی تصدیق کر رہی ہے اس تصویر میں نظر آرہا ہے کہ ہند کے سابق وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو دو زانو ہوکر اور ہاتھ جوڑ کر رکوع کے مانند جھکے ہوئے ہیں۔ یہ گاندھی جینتی کے موقع کی تصویر ہے اور نہرو راجگھاٹ میں گاندھی سمادھی پر قوم کے باپو کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

اس قسم کے واقعات ہر سال اور ہر روز ساری دنیا میں ہوتے ہیں۔ لاکھوں ایسے لوگ جو خدا کو نہیں مانتے۔ پرستش کو بے معنی چیز سمجھتے ہیں وہ اپنے خود ساختہ بتوں کے آگے جھک کر اپنے اندرونی جذبۂ عبودیت کو تسکین دیتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ "الٰہ" انسان کی ایک فطری ضرورت ہے اور یہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ حقیقی ہے۔ انسان اگر خدا کے سامنے نہ جھکے، تو اس کو دوسرے الہوں کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ کیونکہ الٰہ کے بغیر اس کی فطرت اپنے خلاء کو پُر نہیں کر سکتی۔

مگر بات صرف اتنی نہیں ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر میں کہتا کہ جو لوگ خدا کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناتے ہیں۔ وہ ٹھیک اسی طرح حقیقی سکون سے محروم رہتے ہیں جیسے کوئی بے بچہ کی ماں پلاسٹک کی گڑیا خرید کر بغل میں دبا لے اور اس سے تسکین حاصل کرنا چاہے۔ ایک ملحد انسان خواہ کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو۔ اس کی زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں۔ جب وہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ حقیقت اس کے سوا کچھ اور ہے جو میں نے پائی ہے۔

بقیہ: احکامِ زکوٰۃ

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"زکوٰۃ لینے کے مستحقین مفلس، محتاج، زکوٰۃ وصول کرنے والے اور جن کا دل پرچانا منظور ہو۔ اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں۔ اور اللہ کے راستہ میں، اور اللہ کا مسافر، یہ حکم اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے"

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذاتِ خود اس کے مصارف متعین کر دئے ہیں جو آٹھ ہیں :-

(۱) فقیر جن کے پاس کچھ نہ ہو (۲) مسکین جس کو بقدر حاجت میسّر نہ ہو (۳) عاملین جو حکومت کی طرف سے صدقات کی تحصیل کے لئے مقرر ہوں (۴) تالیف قلوب، یعنی وہ لوگ جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں۔ اکثر علماء کے نزدیک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی۔ (۵) رقاب یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے یا خرید کر آزاد کئے جائیں یا اسیروں کو فدیہ دے کر رہا کرایا جائے (۶) غارمین یعنی جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے (۷) فی سبیل اللہ یعنی جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی امداد کی (۸) ابن سبیل یعنی مسافر جو حالتِ سفر میں مالک نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔ حنفیہ کے نزدیک تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ (حضرت مولانا عثمانیؒ)

بقیہ: مجلسِ ذکر

اکابر و اسلاف کا جس قدر انہوں نے نام روشن کیا ہے اور علم دین بالخصوص علم حدیث کی جتنی کہ انہوں نے خدمت انجام دی ہے بایدو شاید۔ حضرتؒ کا اپنا یہ حال تھا کہ اپنے نام کے ساتھ لکھتے "احقر الانام" حضرت مولانا حسین علیؒ جو اپنے وقت کے اولیائے کاملین میں سے تھے اور دعوتِ توحید کے امام تھے وہ اپنے نام کے ساتھ لکھتے "لاشئی حسین علی" یہ اللہ والے ہیں، یہ اولیائے کرام ہیں۔ جن کی واقعی اپنی ہستی فنا ہو چکی تھی۔ اور یہ کمال اللہ والوں کی صحبت میں جا کر اُن کو حاصل ہوا۔ وہ اپنے زمانے میں توحید کے سب سے بڑے قامع تھے۔ اسی طرح انہوں نے دین کو بھی پھیلایا، اللہ اللہ بھی سکھایا، ساری زندگی علم دین پڑھایا اور کسی باطل سے نہیں دبنے پاتے۔

مسلمان سلاطین کا خوفِ خدا

مومن چاہے حکمران بھی ہو، اگر سچا مومن ہے تو وہ تختِ شاہی پر بیٹھ کر بھی اللہ کو نہیں بھول سکتا۔ اُس کے اندر خوفِ خدا ہوتا ہے، اور پھر یہ ہے کہ ایک پائی ناجائز حاصل نہیں کرے گا۔ اخیر زمانے میں عالمگیرؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ٹوپیاں بنا کے اور قرآن لکھ کے اپنی گذر اوقات کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم اب تک کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے اکثر سلاطین کے حالات پڑھیئے۔ سلطان ناصرالدین محمود شروع میں گذرا ہے۔ اس کے بعد غیاث الدین آتا ہے (اس کا غلام) یہ خود غلام ابن غلام تھا۔ قرآن لکھ کر اپنی معاش حاصل کرتا تھا۔ سلطان ناصرالدین محمود کی بیوی جو الغ خاں کی بیٹی تھی جو آگے جا کر اس کا جانشین بنا۔ اُس نے ناصرالدین محمودؒ سے کہا کہ مجھے گھر کا کام کاج کرتے، کھانا پکاتے ہاتھ دکھ جاتے ہیں کم از کم ایک خادمہ ہی مہیا کر دی جائے۔ تو اس کے خاوند درویش صفت سلطان ناصرالدین محمودؒ نے کہا کہ تمہیں میری آمدنی کا تو علم ہے ہی اس میں سے کس طرح باندی خریدوں اور اگر خزانہ شاہی سے خریدوں تو کل خدا کو کیا جواب دوں گا۔"

موت سے پہلے موت کی تیاری

صوفیائے کرام کو ہم نے دیکھا ہے مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا، موت سے پہلے موت کی تیاری کرتے تھے۔ حضرتؒ کا تو یہ حال دیکھا کہ چودہ دفعہ حج کے لئے گئے اور جب بھی واپس تشریف لاتے تو اپنے احرام کی چادروں سے اپنے ہاتھ سے کفن سیتے اور اس پر اپنے قلم سے لکھ ڈالتے "یہ احمد علی کا کفن ہے"۔ ہمیں ان کے کفن کی چادریں بھی خریدنا نہ پڑیں۔ نہ ہی کوئی اہتمام کرنا پڑا — یہ ہے موت سے پہلے موت کی تیاری۔ دوسرے سال جب پھر حج پر تشریف لے جاتے تو نیا کفن لے آتے اور پہلا کفن کسی کو دے دیتے۔ وہ کتنا خوش قسمت ہوگا جس کو حضرتؒ کا کفن ملا ہوگا۔

حضرتؒ کی زندگی کے چند گوشے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی انجمن خدام الدین کی ایک پائی تک اپنی ذات کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے حرام قرار دے دی۔ جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کا صدقہ فطرانہ اور زکوٰۃ صدقات وغیرہ نہ صرف اپنی ذات بلکہ اپنی نسل کے لئے بھی قیامت تک کے لئے حرام قرار دے دی۔ حضرتؒ رسالہ "خدام الدین" بھی خریدتے تو اپنی جیب سے چار آنے دے کر خریدتے حالانکہ سارا دن کام خدام الدین کا ہی کرتے۔ خدام الدین کے لئے صبح و شام ایک کر دیتے۔ اور شروع شروع میں گذر اوقات کے لئے کچھ نہ ہوتا کئی کئی دن فاقے گذر جاتے، کھانے کی نوبت نہ آتی اور بعض اوقات سات سات آٹھ آٹھ دن تبلیغ کے لئے باہر رہتے لیکن دعوت دینے والوں کو خاص طور پر فرماتے کہ میرے لئے کھانے اور کرایہ وغیرہ کا انتظام نہ کرنا اور اسی شرط پر جاتے تھے۔ بعض اوقات گھر سے پکوا کر لے جاتے۔ ایک دفعہ بمبئی کا سفر تھا۔ آپ بیھٹی روٹیاں گھر سے پکوا کر لے گئے ان میں چیونٹیاں پڑ گئیں تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں چپکے سے اپنا وقت نکال کے روزانہ باہر چلا جاتا دو پیسے کے ٹماٹر خرید لاتا تھا۔ رات کو تین چار ٹماٹر لے کر اُن پر نمک ڈال لیتا اور کھا کر اوپر سے پانی پی لیتا۔ سات سات دن اسی پہ گذر اوقات ہوتی۔

اس سیہ کار نے ایک دفعہ آپ حضرت

کو سنایا تھا کہ سات سال تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روٹی پر گذر اوقات کی۔ اللہ نے ان کی تربیت ہی ایسی کرائی تھی۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسے کا مطبخ ان کے سپرد کر رکھا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے کھا لیتے ہوں گے۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ناظم مطبخ ہوتے ہوئے بھی نہ تو وہاں سے کبھی ناشتہ کیا نہ کھانا کھایا۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا کھانا گھر سے خود لاتے۔ کبھی گھر نہیں کہا کہ دو آدمیوں کا کھانا بھیجو۔ نہ ہی حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کہا۔ گھر والے حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دو چپاتیاں بھجواتے۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ ایک خود کھا لیتے، ایک ان کو کھلاتے۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ صبح اور چار بجے تمام چائے پیتے۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ چائے نہیں پیا کرتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں بچہ تھا، سارا دن کام کرتا، حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے دھوتا، رات کو ان کے سر پر تیل لگاتا اور سارے مدرسے کا اہتمام کرتا۔ جو کتابیں پڑھتا تھا پیچھے سے وہ مدرسے میں پڑھایا بھی کرتا تھا۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ مجھے اس قدر مصروف رکھتے تھے کہ عصر کے بعد تمام اساتذہ اور طلباء سیر و تفریح کرتے۔ میں عصر کے بعد گھر کا پانی بھرتا اور جنگل سے گھر کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لاتا۔ فرمایا کرتے تھے مجھے بعض اوقات بھوک لگتی تو پریشان ہو جاتا حالانکہ مطبخ کا سارا اہتمام ان کے ہاتھ میں تھا جہاں منوں آٹا پکتا تھا اور چاول دالیں اور گوشت پکتا تھا۔ لیکن کبھی بھی ایک انگلی لگا کر بھی نہیں چکھا۔ فرمایا کرتے تھے جب مجھے پیٹ کی بھوک ستاتی تو میں جنگل میں چلا جاتا اور جھاڑیوں میں جو خودرو بیر ہوتے تھے وہ کھا لیتا یا پھر کیکروں کی پھلیاں جو بکریاں کھاتی ہیں ان کو دیکھ کر میں بھی کھا لیتا تھا۔ سات سال تک اس طرح گذر اوقات کی۔ فرمایا کرتے تھے اس زمانے میں تو خیال بھی نہیں تھا، بچپنا تھا، لیکن اب دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے میری تربیت ایسی کی کہ آج میں سات سات آٹھ آٹھ گھنٹے مسلسل کام کرتا ہوں، سارا سارا دن سفر کرتا ہوں لیکن بھوک مجھے زیر نہیں کر سکتی بلکہ میں بھوک کو زیر کرتا ہوں۔ حضرت احسان بن دانش کا شعر یاد آیا ؎

اِتفاقاً بھوک نے شاید سزا دی تھی مجھے!
اَتفاقاً بھوک کو اکثر سزا دیتا ہوں میں!

مشتبہ مال سے پرہیز

یہاں تین مہینے گھی کا ایک کنستر پڑا رہا جو مشتبہ تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے یہ گھی نہ میں خود کھا سکتا ہوں نہ اپنی اولاد کو کھلا سکتا ہوں۔ جن لوگوں کا ہم سے تعلق ہے اگر یہ گھی

بقیہ : خلیفۂ وقت ......

فرمایا:—

"اے شکم! تجھے کچھ ہو جائے
یہی کھانا پڑے گا اور جب
تک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت اس مصیبت میں مبتلا
ہے۔ تجھے کھانے کے لئے
اور کچھ نہیں مل سکتا۔"

یہ تھے عمر فاروق اعظمؓ جن کی ہیبت اور دبدبہ سے اپنے بیگانے کانپتے تھے۔ لیکن وہ اپنے دل میں اپنی جان سے کہیں زیادہ ملت کی محبت اور ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں ان کے لئے کتنا رحم دل ہوں تو وہ میرے گلے سے چادر بھی اتار کر لے جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عمر فاروقؓ کا مزاج نہایت سخت تھا لیکن ان کی شخصیت کا گہرا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں جہالت میں بھٹکنے والی سرکش قوم کو قابو میں رکھنے کے لئے فاروق عادل (رضی اللہ عنہ) نے یہ ضروری سمجھا کہ ان کے دلوں پر خلیفہ کا رعب و دبدبہ قائم ہونا ضروری ہے کیوں کہ ابھی تک پچھلی نسل کے لوگ ہی چلے آ رہے تھے جو کفر سے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور آپ سے بعد کے واقعات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے جو راہ اختیار فرمائی تھی وہ درست تھی۔ دراصل یہ آپ کے مزاج کی سختی نہ تھی بلکہ یہ پالیسی کا دبدبہ تھا۔ ورنہ آپ نے اپنے مزاج پر تو اسی دن قابو پا لیا تھا جس دن خلافت کی ذمہ داری کندھوں پر آن پڑی تھی۔

رفاہ عامہ کے کام

اسی طرح رعایا سے بے پناہ محبت کا ثبوت آپ کے عہد کے رفاہِ عامہ کے کاموں سے بھی صاف جھلکتا ہے۔ اس دور میں مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے کوئی معقول انتظام نہ ہوتا تھا اس لئے آپ نے مسافروں کی سہولت کے لئے بڑے بڑے شہروں میں سرکاری مسافر خانے تعمیر کرائے، پھر آپ نے بیماروں کے لئے ایسے ادارے قائم کئے جہاں بیماروں کو رکھا جاتا اور ان کا علاج ہوتا۔ ملک میں زراعت کی ترقی کے لیے نہریں اور کنویں کھدوائے۔ سب سے بڑی نہر ۹۹ میل لمبی تھی جو دریائے نیل کو بحرِ قلزم سے ملاتی۔ اس نہر کے سبب مصر کی تجارت کو ترقی ملی اور وہاں سے جہاز براہ راست مدینہ کی قریبی بندرگاہ تک آ جاتے۔ تعلیم کی ترقی کے لئے مملکت کے تمام علاقوں میں مکتب قائم کر دئے۔ قرآن کی تعلیم کے لئے حافظ اور قاری مقرر فرمائے۔ اس کے علاوہ مملکت کے تمام ناداروں، اپاہجوں اور بے روزگاروں کو سرکاری بیت المال سے روزینے ملتے۔ تمام بچوں کا یوم پیدائش ہی سے وظیفہ مقرر کیا گیا۔ حتیٰ کہ لاوارث بچوں کی پرورش کا اہتمام اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی مملکت نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ آپ کے عہدِ حکومت کے یہ تمام کارنامے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی رعایا کے لئے جتنی محبت اور نرمی تھی وہ دنیا کے تمام حاکموں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔

ان کو دیں تو ان کا دل سیاہ ہو جائے گا، عبادت کی توفیق سلب ہو جائے گی - جن بچوں کے پیٹ میں چلا جائے گا وہ کبھی بھی نیکی اور اصلاح کی طرف مائل نہ ہو سکیں گے - اگر ان کی گھٹی میں حرام چلا گیا تو آئندہ نسلیں تباہ ہو جائیں گی - اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں چھینے تک رکھے رکھا - ایک دن فرمانے لگے مجھے یہ خیال آتا ہے کہ جس طرح مجھے کبھی اس طرح کے پیسے آ جاتے ہیں تو میں وہ الگ رکھ دیتا ہوں (حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیت الخلاء جو شیرانوالہ مسجد کے ساتھ بنے ہوئے ہیں اسی پیسے سے بنوائے ہیں) اور اخیر میں ایسا پیسہ ہوتا تو چوہڑے چمار بھنگی جو اکثر عیسائی ہوتے ان کو دے دیتے - تو وہ گھی بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چار چار، پانچ پانچ سیر بھنگیوں، چوہڑوں چماروں کو دے دیا جو گلیاں اور سڑکیں، صاف کرتے تھے اور مسجد کی صفائی بھی کرتے تھے - وہ حیران ہوتے ہوں گے یہ چار چار پانچ پانچ سیر گھی کیسے ہمیں مل گیا؟ ان بیچاروں کو کبھی کون دیتا ہے؟ لیکن خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے استعمال نہیں کیا - سو یہ ہے تربیت [illegible] اللہ والوں کی کہ سامنے گھی پڑا ہے فاقو[illegible] کی نوبت آئی لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دنیا میں سے کسی انسان کے سامنے ایک پائی تک کے [illegible] من کے لئے بھی ہاتھ نہیں پھیلایا - ہی کہا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں کہ فاقہ ہے اور اگر اسی فاقے میں موت آ جاتی ہے تو اس سے بڑھ کر کون سی ہماری حیات ہے! اس سے بہتر کونسی شہادت ہے؟ اللہ کے راستے میں دین پہنچاتے پہنچاتے تو موت آئی لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آزمائش علمائے کرام سے بھی ہوتی ہے اور اولیائے عظام سے بھی ہوتی ہے، ہم اس آزمائش میں پورے نکلے الحمد للہ علی ذالک اللہ نے رزق کی ایسی بہتات کر دی کہ پھر لاکھوں آتے تھے اور لاکھوں جاتے تھے۔ ہر سال اللہ تعالیٰ اہل و عیال سمیت ہوائی جہاز سے حج کی توفیق ارزانی فرمائی۔ پھر مسجدیں، مدرسے، درس گاہیں بنوائیں۔ پھر تو کیا کہنے - لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اگر اس امتحان میں ہم ناکام ہوتے تو ظاہر ہے کہ پھر ساری زندگی ناکامی میں ہی گذرتی - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کامیابی کا ذکر قرآن میں پڑھیئے - پھر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر پڑھیئے - ہر انسان کے لئے کامیابی کے بعد انعام ہی انعام ہے - حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر ہماری تربیت اس طرح نہ ہوتی تو ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی شکست کھا جاتے - اس تربیت ہی کا یہ نتیجہ ہے - تربیت اللہ والوں کی صحبت کے بغیر میسر آ ہی نہیں سکتی - وہ ظاہر و باطن کے کامل تھے اس لئے تربیت انہوں نے ایسی کی کہ بھوکے مر جانے کے لئے تیار ہو گئے مگر حرام منہ میں نہیں ڈالا - حالانکہ رخصت ہے کہ موت کے منہ میں جاتے ہوئے بقدرِ ضرورت حرام کھانے کی اجازت ہے - لیکن عزیمت پہ مر جانا اس سے بھی بڑی بات ہے - مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "تمہیں قتل کرتا ہوں یا تین خدا مانو" تو اجازت ہے کہ اگر دل مطمئن ہے تو تین خدا کہہ دے دل میں تو ایمان ہے کیونکہ ایمان نام ہی تصدیق قلب کا ہے - ظاہری زبان سے تین چھوڑ کروڑوں خدا مان لے، کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن اصل کمال تو یہ ہے کہ وہ کہے "ور میں تین نہیں کہتا جان دیتا ہوں" یہ عزیمت کا مقام ہے جو کسی کسی کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ علمائے ربانی ہی کا مقام ہو سکتا ہے - جن کی تربیت ہی اتنے اونچے مقام پر ہوئی ہو۔

علاج اور پرہیز

اللہ تعالیٰ مجھے بھی حسد کبر وغیرہ امراض روحانی سے بچائے اور آپ کو بھی محفوظ رکھے اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی [illegible] جیسا کہ میں نے آیت پڑھی - اللہ تعالیٰ تزکیے کی توفیق دے - اس تزکیے [illegible] آپ آتے ہیں ذکر اس کے لئے [illegible] ہے اور حرام سے بچنا، مشتبہ [illegible] کے لئے علاج [illegible] اہلوں کی صحبت سے بچنا - [illegible] سے بچنا، نا[illegible] کھانے سے بچنا یہ اس بے نمازوں کے لئے [illegible] - اللہ تعالیٰ حسد کے لئے پرہیز ہے [illegible] اس سے بچائے اور جاہ طلبی جیسے ام[illegible]

کہ علماء تک کو بھی اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اس سے نجات نہیں ملتی - اور صحبت بھی با ادب ہو، با عقیدہ ہو، با اطاعت ہو تب فیض ملتا ہے ورنہ بے اطاعت تو ابوجہل والی صحبت ہے - سو اللہ تعالیٰ اس حدیث پر عمل کی توفیق دیں اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ــــ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نوک زبان تھی اور آپ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے کہ بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے - اگر ہم میں حسد ہو تو سارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے - میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں لیکن ڈیوٹی ہے، فریضہ ہے دعا اس لئے حق کہنا ہی پڑتا ہے - اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عطا فرمائی ہے تو اس کو نبھانے کی بھی توفیق دیں اور اعمال اعمالِ صالحہ کی توفیق دیں اور اللہ تعالیٰ حسد، کبر، عجب اور دیگر امراض روحانیہ سے مجھے اور آپ کو نجات دیں آمین

انجمن دعوۃ الحق کہروڑ پکا کے زیر اہتمام ساتواں سالانہ سہ روزہ اجتماع

مورخہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶ اگست ۱۹۶۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو احاطہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ باب العلوم کہروڑ پکا منعقد ہو رہا ہے - جس میں ملک کے مشاہیر علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرما رہے ہیں -

(اراکین انجمن دعوۃ الحق کہروڑ پکا) -

پانچواں سالانہ اجتماع

مدرسہ فیض العلوم العربیہ محلہ ریختی چنیوٹ کا پانچواں سالانہ اجتماع ۲۰، ۲۱ ستمبر ۲۶، ۲۷ جمادی الثانی بروز ہفتہ زیر سرپرستی مولانا دوست محمد قریشی ہو رہا ہے۔ مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، صاحب عبدالشکور صاحب، مولانا محمد انور صاحب کلیم وغیرہ علماء شعراء اسلام شرکت کر رہے ہیں -

(نذیر احمد ناظم مدرسہ فیض العلوم العربیہ چنیوٹ)

جامعہ عربیہ چنیوٹ کا داخلہ

تمام شائقین علوم دینیہ کو خوشخبری دی جاتی [illegible] جامعہ عربیہ چنیوٹ کی تمام جماعتوں، جماعت اولیٰ [illegible] ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی اور انگلش [illegible] کا داخلہ شروع ہے - ۲۰ اگست تک داخلہ جاری [illegible] گا - داخلہ محدود ہے - شائقین حضرات جلد درخواست داخلہ بھیجنے کی کوشش کریں - (المعلن)

(خادم ختم نبوت منظور احمد پرنسپل جامعہ عربیہ چنیوٹ)

واہ کینٹ میں درسِ قرآن وحدیث کے متعلق

چند ضروری گذارشات

درس میں شرکت کے لئے دور دراز سے بعض حضرات سفر کر کے آتے ہیں مگر شرکت سے محروم رہتے ہیں۔ کسی کو جگہ معلوم نہیں ہوتی کسی کو تاریخ اور وقت معلوم نہیں ہوتا۔ اس طرح ان کو خاصی پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے مندرجہ ذیل معلومات پیش خدمت ہیں:-

۱- حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمبل پور جو حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مجاز اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ ہر مہینے کے آخری اتوار کو صبح دس بجے بنگلہ ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں درسِ قرآن اور درسِ حدیث دیتے ہیں جو ہر سال کتابی شکل میں بھی چھپتا ہے۔ درس حدیث کا مجموعہ زیر اشاعت ہے۔ درس قرآن کا چوتھا سالانہ مجموعہ بھی زیر طبع ہے۔ تین مجموعے چھپ چکے ہیں۔

۲- یہ بنگلہ حاجی خوشی محمد صاحب اسسٹنٹ ورکس منیجر کی رہائش گاہ ہے اور واہ کینٹ کے بڑے تھانہ کے قریب واقع ہے۔

۳- راولپنڈی سے واہ کینٹ آنے کے لئے ہر پندرہ منٹ کے بعد بس ملتی ہے۔ اسی طرح حسن ابدال کی طرف سے بھی بسیں ملتی ہیں۔ سفر ایسی بس سے کریں جو واہ فیکٹری کے علاقہ کے اندر سے ہو کر گذرے ورنہ ٹیکسلا سے ہو کر آنا پڑے گا۔

۴- راقم الحروف کا غریب خانہ ۱۹E/۱۰۰ بھی واہ کینٹ پولیس سٹیشن کے قریب ہے۔

۵- درس پابندیٔ وقت سے شروع ہوتا ہے۔ پون گھنٹہ درس قرآن ہوتا ہے اور نصف گھنٹہ درسِ حدیث۔ سوا گیارہ بجے پروگرام ختم ہو جاتا ہے اگلا درس انشاء اللہ ۲۵ر اگست کو ہوگا۔

(محمد عثمان غنی منتظم درس قرآن وحدیث۔ واہ کینٹ)

اظہارِ تشکر و ضروری اعلان

حضرت بزرگوارم قبلہ والد ماجد جناب الحاج عبدالحکیم صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پُر ملال پر بہت سے اکابر و احباب نے بندہ کو تعزیتی خطوط لکھے اور بعض اکابر مثلاً حضرت علامہ افغانی مدظلہ و دیگر احباب تشریف بھی لائے۔ ان سب کرمفرماؤں اور مخلصین کی خدمت بابرکت میں ہدیۂ تشکر و اطمینان پیش کرتا ہوں اور حضرت والد ماجد مرحوم کی مغفرت اور اپنی سعادت دارین کی دعا کا خواستگار ہوں۔ اللہ جل شانہ آپ تمام حضرات کو جزاءِ خیر سے نوازے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان کاملہ پر فرمائے۔ آمین! — حضرت والد مرحوم پر اللہ جل شانہ کے بے انتہا احسانات میں سے یہ بھی ایک ہے کہ حضرت امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ ان ہی کی دعوت پر نوشہرہ رونق افروز ہوئے اور اس طرح اس علاقے کا پورا فیض ان کی برکت سے جاری ہوا۔ ان کے جنازہ کا منظر نوشہرہ کی تاریخ کا عدیم النظیر واقعہ تھا۔ جو عام لوگوں کا مشاہدہ ہے اور ان کے چہرہ اقدس کے انوار و برکات بالکل حضرت لاہوریؒ کے انوار کا عکس و پرتو تھا۔ نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ جیسے عظیم الشان نے پڑھایا۔ اور اس جنازہ کو اس علاقہ میں بدعات مروجہ سے اجتناب کاملہ میں بھی اوّلیت کا شرف حاصل ہوا حضرت درخواستی مدظلہ، حضرت الشیخ مولانا عبدالغفور صاحب المدنی مدظلہ، حضرت ہزاروی مدظلہ، حضرت قاضی زاہد الحسینی مدظلہ و دیگر اکابر کے خصوصی دعائیہ خطوط ملے۔ حضرت جانشین امام الاتقیاء مولانا عبیداللہ انور مدظلہ نے مجلس ذکر و خطبہ جمعہ میں خصوصی دعاءِ مغفرت سے نوازا۔

الحمدللہ تعالیٰ ان کے ایصالِ ثواب کے لئے ایک اشاعتی ادارہ حضرت العلامہ شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ کی زیرِ سرپرستی قائم کر دیا گیا ہے جو اکابرِ اسلام کے اہم مقالات و مضامین کو شائع کر کے ان کی بلندیٔ درجات کا انشاء اللہ ذریعہ بنے گا۔ سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے خطبات جمعہ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ خواہشمند حضرات اپنے پتوں سے نوازیں۔ تاکہ ان کی خدمت کی جا سکے۔

(احمد عبدالرحمٰن صدیقی نوشہرہ صدر (پشاور)

خط وکتابت

کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

مخیر حضرات سے دردمندانہ اپیل

حضرات! السلام علیکم۔ مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان جس کا مقصد قرآن کریم کی خدمت بسلسلہ حفظ و ناظرہ و تجوید و قرأت ہے عرصہ تیرہ سال سے مصروف عمل ہے۔ ابتدائی عربی اور پرائمری کا بھی انتظام ہے۔ تقریباً بارہ ۱۲ سَو روپیہ ماہانہ خرچ ہو رہا ہے اور مستقل ماہانہ آمدنی صرف ایک سَو روپیہ ہے۔ اسی وجہ سے مدرسہ مقروض ہو چکا ہے۔ مخیر حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ اولین فرصت میں توجہ فرماویں تاکہ خدانخواستہ یہ خالص خادم قرآن ادارہ بند نہ ہو جائے۔ پیشگی زکوٰۃ بھی دی جا سکتی ہے۔ اسمائے گرامی جن حضرات سے قرض لیا گیا ہے:-

	روپے
محترم میاں عبدالعزیز صاحب آڑتی غلہ منڈی ملتان شہر	۵۰۰/-
محترم مرزا امیر احمد صاحب جمال پور کالونی	۵۰۰/-
〃 صوفی علی محمد صاحب سبزی فروش تغلق روڈ	۵۰۰/-
〃 میاں برکت علی صاحب دوکاندار	۵۰۰/-
〃 ملک گل محمد صاحب بزاز گھنٹہ گھر	۵۰۰/-
〃 ڈاکٹر فاضل صاحب کچہری روڈ	۳۰۰/-
〃 معرفت حاجی سرفراز خاں صاحب محلہ نجیب مسجد نشتر سے	۵۰۰/-
میزان:	۳۳۰۰/-

(غلام قادر مہتمم مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان)

بچوں کا صفحہ

باپ بیٹے کی گفتگو

ابوالریاض محمد امین، بہاولپور

حضرت نعمان ایک بزرگ گذرے ہیں۔ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کی بہن کے پڑپوتے تھے بعض نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے۔ بہرحال خداوند تعالیٰ نے ان کو حکمت یعنی دانائی عطا فرمائی۔ (اور جس کو حکمت عطا ہو گئی اُسے دو جہان کی نعمت مل گئی)

حضرت لقمان کو حکمت اس لئے عطا فرمائی۔ تاکہ وہ خدا کا شکر ادا کریں۔ اور جو بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہے اپنے ہی لئے کرتا ہے۔ اور جس نے ناشکری کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے۔ چنانچہ حضرت لقمان نے خدا کا خوب شکر یہ ادا کیا اور خدا نے اپنے فضل وکرم سے انہیں لڑکا عطا فرمایا جس کا نام انعم تھا۔ آپ اسے نصیحت فرماتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔ پارہ اکیس سورہ لقمان آیت ۱۲ سے ۱۹ تک مطالعہ کریں۔

حضرت لقمان: اے میرے بیٹے! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

جب حضرت لقمان نے خدا کا نام بلند کیا۔ تو باپ کو بلند مقام دینے کے لئے اگلی آیات قرآن میں نازل فرمائیں۔ کہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اُس کی ماں نے اُسے ایک عرصہ تک پیٹ میں اٹھائے رکھا اور بار بار ضعف برداشت کرتی رہی اور دو سال تک دودھ پلاتی رہی۔ پس اے انسان! میرا یعنی خدا اور والدین کا شکر ادا کرنا۔ خدا کا اس لئے کہ اور نعمتوں کے ساتھ شفیق والدین بھی عطا کئے اور والدین کا اس لئے کہ وہ مصیبت پر مصیبت جھیل کر اولاد کو پالتے اور آرام میں رکھتے ہیں اس لئے ان کا بھی حق ہے۔ لیکن اگر ماں باپ شرک کرائیں یا خدا کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کا کہا نہیں ماننا۔ البتہ دنیا میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہنا چاہئے۔

اے میرے بیٹے! یقین جانو کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا اور کسی پتھر میں یا زمین آسمان میں جہاں کہیں پوشیدہ ہوگا تو اللہ اُسے ضرور حاضر کرے گا۔ کیونکہ اللہ بڑا ہی باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

اے میرے بیٹے! نماز ہمیشہ قائم رکھنا اور لوگوں کو نیک کام کی تبلیغ کرتے رہنا۔ اور بُرے کاموں سے روکتے رہنا۔ اور اس تبلیغ میں جو تکلیف آئے اُسے صبر سے برداشت کرنا۔ کیونکہ تبلیغ کا کام بڑی ہمت کا کام ہے اور یہ نبیوں اور ولیوں کا کام ہے

اے میرے بیٹے! تکبر میں لوگوں سے نفرت نہ کرنا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ اللہ شیخی خورے اور غرور کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا

اے میرے بیٹے! اپنی رفتار میں اعتدال رکھنا اور گفتگو کے وقت نرم آواز سے بات کرنا۔ کیونکہ چلّانا گدھوں کا کام ہے۔ اور وہ بڑی ہی مکروہ آواز ہے۔ ایک حکیم کا عمل بھی حکیمانہ ہوتا ہے اور وہ خدا کی شکر گزاری میں اولاد کو نیکی ہی سکھاتا ہے

آؤ ہم والدین سوچیں کہ ہم میں سے کتنے سنتِ لقمان پر عمل کرتے ہیں۔

★

نعت

عبدالمجید اظہر، لیہ

ہمیں دل سے پیارا ہے نامِ محمدؐ
کلامِ خدا ہے، کلامِ محمدؐ

ہزاروں درود و سلام آپ پر ہوں
فرشتے ہیں کہتے سلامِ محمدؐ

محمدؐ ہے پیارا، محمدؐ ہے پیارا
میرا دل لبھائے کلامِ محمدؐ

خدایا! مجھے اتنی توفیق دے دے
سناؤں ہر اک کو پیامِ محمدؐ

میں سو بار قربان جاؤں وہاں پر
ہوا جس جگہ پہ قیامِ محمدؐ

مدینہ کی دلکش معطّر فضائیں
یہ پھیلی ہوئی ہے مشامِ محمدؐ

خدارا بلا لو مدینے میں مجھ کو
یہ اظہر ہے ادنیٰ غلامِ محمدؐ

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۴۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۶ : ۸۱ / ۲۴۹ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۶۷۷ DD۹-۲-۶۶ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۳-۱۰-۵۲ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء